رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

اِنَّہٗ اٰوِیَ الْقَرْیَۃ

وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ

الحکم

چہ گویم باتو گر آئی چہ ادر قادیان بینی | دوا بینی شفا بینی مرض دارالامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

قیمت سالانہ

نمبر (۳۱) | دارالامان قادیان مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۰۴ء | جلد (۸)

مسیح موعود کی صلح کاری اور امان کا لواء

آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تہا خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا ہے اب اس کے بعد جو شخص کافر پر تلوار اوٹھاتا ہے اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ رسول کریم صلعم کی نافرمانی کرتا ہے جس نے آج سے پہلے فرمایا ہے کہ مسیح موعود کے ظہور سے تلوار کے جہاد ختم ہو جاویں گے سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں اور

حضرت مسیح موعود (علیہ الصلوٰۃ والسلام) لاہور میں

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سفر لاہور کے متعلق جو مضمون ہم بطور خود لکھنا چاہتے ہیں اور جو اس اشاعت سے شروع ہونا چاہئے تھا۔ اس سے پہلے بہت زیادہ ضروری اور مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اقدس کی وہ پبلک تقریریں جو عام لوگوں کے سامنے مختلف اوقات میں ہوئی ہیں شائع کردی جاویں۔ کیونکہ اس سلسلہ مضمون میں شاید کسیقدر طوالت ہو جانے کی وجہ سے ان تقریروں کی اشاعت میں زیادہ دیر ہو جائے۔ (ایڈیٹر)

حضرت حجۃ اللہ کی تقریر

جو ۲۸۔ اگست ۱۹۰۴ء کو صبح کے سات بجے کے قریب ڈیڑھ ہزار سے زیادہ مجمع کے درمیان آپ نے فرمائی۔

ایام برکت و مسرت

سب صاحب یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام میں بعض ایسے دن مقرر کئے ہیں کہ وہ دن بڑی خوشی کے دن سمجھے جاتے ہیں اور ان میں اللہ تعالیٰ نے عجیب عجیب برکات رکھی ہیں منجملہ ان دنوں کے ایک جمعہ کا دن ہے یہہ دن بھی بڑا ہی مبارک ہے۔ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو جمعہ ہی کو پیدا کیا اور اسی دن انکی توبہ منظور ہوئی تھی اور بہی بہت سی برکات اور خوبیاں اس دن کی ماثور ہیں ایسا ہی اسلام میں دو عیدیں ہیں ان دونوں دنوں کو بھی بڑی خوشی کے دن مانا گیا ہے اور انمیں بہی عجیب عجیب برکات رکھی ہیں۔

یوم توبہ

لیکن یاد رکھو کہ یہہ دن بے شک اپنی اپنی جگہ مبارک اور خوشی کے دن ہیں لیکن ایک دن ان سب سے ہی بڑھ کر مبارک اور خوشی کا دن ہے۔ مگر افسوس سے دیکھا جاتا ہے کہ لوگ نہ تو اس دن کا انتظار کرتے ہیں اور نہ اس کی تلاش ورنہ اگر اس کی برکات اور خوبیوں سے لوگوں کو اطلاع ہوتی یا وہ اس کی پروا کرتے تو حقیقت میں وہ دن ان کے لئے بڑا ہی مبارک اور خوش قسمتی کا دن ثابت ہوتا! اور لوگ اسے غنیمت سمجھتے۔

وہ دن کونسا دن ہے؟ جو جمعہ اور عیدین سے بہی بہتر اور مبارک دن ہے۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ وہ دن انسان کی توبہ کا دن ہے جو ان سب سے بہتر ہے اور ہر عید سے بڑھکر ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس دن وہ بد اعمال نامہ جو انسان کو جہنم کے قریب کرتا جاتا ہے اور اندر ہی اندر غضب الٰہی کے نیچے اسے لا رہا تھا) دہو دیا جاتا ہے اور اس کے گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں۔ حقیقت میں اس سے بڑھکر انسان کے لئے اور کونسا خوشی اور عید کا دن ہوگا جو اسے ابدی جہنم اور ابدی غضب الٰہی سے نجات دیدے + توبہ کرنے والا گنہگار جو پہلے خدا تعالیٰ سے دور اور اسکے غضب کا نشانہ بنا ہوا تہا۔ اب اس کے فضل سے اسکے قریب ہوتا اور جہنم اور عذاب اس سے دور کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَہِّرِیْنَ

بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور ان لوگوں سے جو پاکیزگی کے خواہاں ہیں پیار کرتا ہے اس آیت سے نہ صرف یہی پایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے بلکہ یہہ بہی معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی توبہ کے ساتھ حقیقی پاکیزگی اور طہارت شرط ہے۔ ہر قسم کی نجاست اور گندگی سے الگ ہونا ضروری ہے۔ ورنہ نری توبہ اور لفظ کے تکرار سے تو کچھہ فائدہ نہیں ہے۔

پس جو دن ایسا مبارک دن ہو کہ انسان اپنی بدکرتوتوں سے توبہ کرکے اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچا عہد صلح باندھ لے اور اوس کے احکام کے لئے اپنا سر خم کردے + تو کیا شک ہے کہ وہ اس عذاب سے جو پوشیدہ طور پر اس کے بدعملوں کی پاداش میں طیار ہو رہا تھا بچایا جاویگا اور اسطرح پر وہ وہ چیز پا لیتا ہے جسکی گویا اسے توقع اور امید ہی نہ رہی تہی۔

تم خود قیاس کر سکتے ہو کہ ایک شخص جب کسی چیز کے حاصل کرنے سے بالکل مایوس ہو گیا ہے اور اس ناامیدی اور یاس کی حالت میں وہ اپنے مقصود کو پالے تو اسکو کس قدر خوشی حاصل ہوگی۔ اس کا دل ایک تازہ زندگی پائے گا۔ یہی وجہہ ہے کہ احادیث میں اس کا بار بار ذکر کیا گیا ہے احادیث اور کتب سابقہ سے بہی پتہ لگتا ہے کہ جب انسان گناہ کی موت سے نکلکر توبہ کے ذریعہ نئی زندگی پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی زندگی سے خوش ہوتا ہے۔ حقیقت میں یہ خوشی کی بات تو ہے ہی کہ انسان گناہوں کے نیچے دبا ہوا اور ہلاکت اور موت ہر طرف سے اسکے قریب ہو۔ عذاب الٰہی اسکے کہا جانے کو طیار ہو کہ وہ یکایک ان بدیوں اور بدکاریوں سے جو اس بُعد اور ہجر کا موجب تہیں توبہ کرکے خدا تعالیٰ کی طرف آجاوے۔ وہ وقت خدا کی خوشی کا ہوتا ہے۔ اور آسمان پر ملائکہ بہی خوشی کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ اوس کا کوئی بندہ تباہ اور ہلاک ہو بلکہ وہ تو چاہتا ہے کہ اگر اسکے بندہ سے کوئی غلطی اور کمزوری بہی ظاہر ہوتی ہے پھر بہی وہ توبہ کرکے امن میں داخل ہو

پس

یاد رکھو کہ وہ دن جب انسان اپنے گناہوں سے توبہ

کرتا ہے بہت ہی مبارک دن ہے۔ اور سب ایام سے افضل ہے کیونکہ وہ اس دن نئی زندگی پاتا ہے اور خدا تعالٰے کے قریب کیا جاتا ہے۔

(اور)

(اسی لحاظ سے یہہ دن جس میں میں نے بہتوں نے اقرار کیا ہے کہ میں آج اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں اور آئندہ جہانتک میری طاقت اور سمجھ ہے گناہوں سے بچتا رہونگا) یوم توبہ ہے۔ اور اللہ تعالٰے کے وعدے کے موافق میں یقین رکھتا ہوں کہ ہر ایک شخص کے جس نے سچے دل سے توبہ کی ہے پچھلے گناہ بخشدئے گئے اور وہ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہٗ کے نیچے آگیا ہے۔ گویا کہہ سکتے ہیں کہ اوس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ مگر ہاں میں پھر کہتا ہوں کہ اس کے لئے یہہ شرط ہے کہ حقیقی پاکیزگی اور سچی طہارت کی طرف قدم بڑھایا جاوے اور یہ توبہ نری لفظی توبہ ہی نہ ہو۔ بلکہ عمل کے نیچے آجاوے یہہ چھوٹی سی بات نہیں ہے کہ کسی کے گناہ بخش دئیے جاویں۔ بلکہ ایک عظیم الشان امر ہے۔

دیکھو انسانوں میں اگر کوئی کسی کا ذرا سا قصور اور خطا کرے تو بعض اوقات اوسکا کینہ پشتوں تک چلا جاتا ہے شخص نسلاً بعد نسل تلاشِ حریف میں رہتا ہے کہ موقع ملے تو بدلہ لیا جاوے۔ لیکن اللہ تعالٰے بہت ہی رحیم کریم ہے انسان کی طرح سخت دل نہیں جو ایک گناہ کے بدلے میں کئی نسلوں تک پیچھا نہیں چھوڑتا۔ اور تباہ کرنا چاہتا ہے۔ مگر وہ رحیم کریم خدا ستر برس کے گناہوں کو ایک کلمہ سے ایک لحظہ میں بخش دیتا ہے یہہ مت خیال کرو کہ وہ بخشنا ایسا ہے کہ اس کا فائدہ کچھ نہیں۔ نہیں وہ بخشنا حقیقت میں فائدہ رسان اور نفع بخش ہے اور اسکو وہ لوگ خوب محسوس کر سکتے ہیں۔ جنہوں نے سچے دل سے توبہ کی ہو۔

نزولِ بلا کی فلسفی

بہت سے لوگ اس امر سے غافل ہیں کہ انسان پر جو بلائیں آتی ہیں وہ بلا وجہہ یونہی آجاتی ہیں۔ یا اون کے نزول کو انسان کے اعمال سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ایسا خیال بالکل غلط ہے۔ یہہ خوب یاد رکھو کہ ہر بلا جو اس زندگی میں آتی ہے یا جو مرنے کے بعد آئیگی جسکا ہمیں یقین ہے اسکی اصل جڑ گناہ ہی ہے۔ کیونکہ گناہ کی حالت میں انسان اپنے آپکو ان انوار اور فیوض سے جو خدا تعالٰے کی طرف سے آتے ہیں پرے ہٹا دیتا ہے اور اس اصل مرکز سے جو حقیقی راحت کا مرکز ہے ہٹ جاتا ہے اسلئے تکلیف کا آنا اس حالت میں اسپر ضروری ہے

اقسام بلا

یہہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ انبیاء اور راستبازوں پر بھی بعض اوقات بلائیں آجاتی ہیں اور بھی مصائب اور شدائد میں ڈالے جاتے ہیں لیکن یہ گمان کرنا کہ وہ مصائب اور بلائیں کسی گناہ کی وجہ سے آتی ہیں خطرناک غلطی اور گناہ ہے۔ اُن بلاؤں میں جو خدا کے راستبازوں اور پیارے بندوں پر آتی ہیں اور اون بلاؤں میں جو خدا تعالٰی کے نافرمانوں اور خطاکاروں پر آتی ہیں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اس لئے کہ ان کے اسباب ہی مختلف ہیں۔

نبیوں اور راستبازوں پر جو بلائیں آتی ہیں انپر انکو ایک صبر جمیل دیا جاتا ہے جس سے وہ بلا و مصیبت انکے لئے مدرک الحلاوت ہوجاتی ہے وہ اس سے لذت اوٹھاتے ہیں اور روحانی ترقیوں کے لئے ایک ذریعہ ہوجاتی ہیں۔ کیونکہ ان کی درجات کی ترقی کے لئے ایسی بلاؤں کا آنا ضروری ہے۔ جو ترقیات کے لئے زینہ کا کام دیتی ہیں۔ جو شخص ان بلاؤں میں نہیں پڑتا اور ان مصیبتوں کو نہیں اوٹھاتا۔ وہ کسی قسم کی ترقی نہیں کر سکتا۔

دنیا کے عام نظام میں بھی تکالیف اور مشقتوں کا ایک سلسلہ ہے جس میں سے ہر ایسے شخص کو جو ترقی کا خواہاں ہے گذرنا پڑتا ہے۔ لیکن ان تکالیف اور شاقہ محنتوں میں با وجود تکالیف کے ایک لذت ہوتی ہے جو اسے کشاں کشاں آگے لئے جاتی ہے برخلاف اس کے وہ مصیبت اور تکالیف جو انسان کی اپنی بدکرداری کی وجہہ سے اسپر آتی ہے وہ وہ مصیبت آتی ہے جس میں ایک درد اور سوزش ہوتی ہے جو اسکی زندگی اسکے لئے وبال جان کر دیتی ہے وہ موت کو ترجیح دیتا ہے مگر نہیں جانتا کہ یہہ سلسلہ مرکر بھی ختم نہیں ہوگا۔

غرض

بلاؤں کے نزول میں ہمیشہ سے قانون قدرت یہی ہے کہ جو بلائیں شامت اعمال کی وجہہ سے آتی ہیں وہ الگ ہیں اور خدا کے راستبازوں اور پیغمبروں پر جو بلائیں آتی ہیں وہ اونکی ترقی درجات کے لئے ہوتی ہیں۔

بعض جاہل جو اس راز کو نہیں سمجھتے وہ جب بلاؤں میں مبتلا ہوتے ہیں تو بجائے اس کے کہ اس بلا سے فائدہ اوٹھائیں اور کم از کم آئندہ کے لئے مفید سبق حاصل کریں اور اپنے اعمال میں تبدیلی پیدا کریں کہدیتے ہیں کہ اگر ہم پر مصیبت آئی تو کیا ہوا۔ نبیوں اور پیغمبروں پر بھی تو آجاتی ہیں حالانکہ ان بلاؤں کو انبیاء کے مشکلات اور مصائب سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ جہالت بھی کیسی بری مرض ہے کہ انسان اس میں قیاس مع الفارق کر بیٹھتا ہے۔ یہہ بڑا دھوکہ واقعہ ہوتا ہے جو انسان تمام انبیاء کی مشکلات کو عام لوگوں کی بلاؤں پر حمل کر لیتا ہے۔

پس

خوب یاد رکھو کہ جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا ہے انبیاء اور دوسرے اخیار و ابرار کی بلائیں محبت کی راہ سے ہیں خدا تعالٰے اونکو ترقی دیتا جاتا ہے اور یہہ بلائیں وسائل ترقی میں سے ہیں۔ لیکن جب مفسدوں پر آتی ہیں تو اللہ تعالٰی انکو اس عذاب سے تباہ کرنا چاہتا ہے وہ بلائیں انکے استیصال اور نیست و نابود کرنے کا ذریعہ ہوجاتی ہیں یہہ ایسا فرق ہے کہ دلائل کا محتاج نہیں ہے کیونکہ جب اچھے آدمی جو خدا تعالٰے کو مقدم کر لیتے ہیں اور یہہ بھی نہیں جانتے کہ خدا تعالٰے سے محبت کیوں کرتے ہیں بہشت اور دوزخ انکے دل میں نہیں ہوتا۔ اور نہ بہشت کی خواہش یا دوزخ کا ذکر ان کو خدا تعالٰی کی اطاعت کا محرک ہوتا ہے بلکہ وہ طبعی جوش اور طبعی محبت سے خدا تعالٰے سے محبت کرتے اور اسکی اطاعت میں محو ہوتے ہیں انپر جب کوئی بلا آتی ہے تو وہ خود محسوس کر لیتے ہیں کہ یہہ ازراہ محبت ہے وہ دیکھتے ہیں کہ ان بلاؤں کے ذریعہ ایک چشمہ کھولا جاتا ہے جس سے وہ سیراب ہوتے ہیں اور ان کا دل لذت سے بھر جاتا ہے اور خدا تعالٰے کی محبت ایک فوارہ کی طرح جوش مارنے لگ جاتی ہے تب وہ چاہتے ہیں کہ یہ بلا زیادہ ہو تاکہ قرب الٰہی زیادہ ہو اور رضا کے مدارج جلد طے ہوں +

غرض

الفاظ وفا نہیں کرتے جو اس لذت کو بیان کر سکیں جو اخیار و ابرار کو ان بلاؤں کے ذریعہ آتی ہے۔ یہہ لذت تمام سفلی لذتوں سے بڑھی ہوئی ہے اور فوق الفوق لذت ہوتی ہے۔ یہہ مصیبت کیا ہے؟ ایک عظیم الشان دعوت ہے جس میں قسم قسم کے انعام و اکرام اور پھل اور میوے پیش کئے جاتے ہیں۔ خدا اسوقت قریب ہوتا ہے۔ فرشتے اپنے مصافحہ کرتے ہیں اللہ تعالٰے کے مکالمہ کا شرف عطا کیا جاتا ہے اور وحی اور الہام سے اسکی تسلی اور سکینت دی جاتی ہے + لوگوں کی نظر میں یہہ بلاؤں اور مصیبتوں کا وقت ہے مگر در اصل ایسا وقت اللہ تعالٰے کے فیضان اور فیوض کی بارش کا وقت ہوتا ہے۔ سفلی اور سطحی خیال کے لوگ اسکو سمجھ نہیں سکتے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہہ بلاؤں اور محنتوں ہی کا وقت ہے جو مزا آتا ہے اور راحت ملتی ہے۔ کیونکہ خدا جو انسان کا اصل مقصود ہے اسوقت اپنے بندے کے بہت ہی قریب ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قرآن جو دیا گیا ہے غم کی حالت میں دیا گیا ہے پس تم بھی اسکو غم کی حالت میں پڑھو

غرض

غرض میں کہانتک بیان کروں کہ ان بلاؤں میں کیا لذت اور مزا ہوتا ہے اور عاشق صادق کہانتک ان سے محظوظ ہوتا ہے۔ مختصر طور پر یاد رکھو کہ ان بلاؤں کا پھل اور نتیجہ جو ابرار اور اخیار پر آتی ہیں۔ جنت اور ترقی درجات ہے اور وہ بلائیں اور غم جو مفسدوں اور شریروں پر آتے ہیں انکی وجہہ شامت اعمال اور تاریک زندگی ہے اور اس کا نتیجہ جہنم اور عذاب الٰہی ہے۔ پس جو شخص آگ کے پاس جاتا ہے ضرور ہے کہ وہ اس کی سوزش سے حصہ لے اور اسے محسوس کرے اور اسے دکھ ہو لیکن جو ایک باغ میں جاتا ہے یقینی امر ہے کہ اس کے پھلوں اور پھولوں کی خوشبو سے اور اس خوبصورت نظارہ کے مشاہدہ سے لذت پاوے۔

عذاب بلا کا علاج

اب واضح رہے کہ جس حالت میں وہ بلائیں جو شامت اعمال کیوجہہ سے آتی ہیں اور جسکا نتیجہ جہنمی زندگی اور عذاب الٰہی ہے ان بلاؤں سے جو ترقی درجات کے طور پر اخیار و ابرار کو آتی ہیں الگ ہیں کیا کوئی ایسی صورت بھی جو انسان اس عذاب سے نجات پاوے؟

اس عذاب اور دکھ سے رہائی کی بجز اس کے کوئی تجویز اور علاج نہیں ہے کہ انسان سچے دل سے توبہ کرے جب تک سچی توبہ نہیں کرتا یہہ بلائیں جو عذاب الٰہی کے رنگ میں آتی ہیں اسکا پیچھا نہیں چھوڑ سکتی ہیں کیونکہ اللہ تعالٰے اپنے قانون کو نہیں بدلتا جو اس بارے میں اسنے مقرر فرما دیا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ یعنی جب تک کوئی قوم اپنی حالت میں تبدیلی پیدا نہیں کرتی اللہ تعالٰے بھی اسکی حالت نہیں بدلتا۔

خدا تعالٰے ایک تبدیلی چاہتا ہے اور وہ پاکیزہ تبدیلی ہے جب تک وہ تبدیلی نہ ہو عذاب الٰہی سے رستگاری اور مخلصی نہیں ملتی۔ یہہ خدا تعالٰے کا ایک قانون اور سنت ہے اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوتی کیونکہ خود اللہ تعالٰے نے ہی یہ فیصلہ کر دیا ہے وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا۔ سنت اللہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

پس

جو شخص چاہتا ہے کہ آسمان میں اسکے لئے تبدیلی ہو یعنی وہ ان عذابوں اور دکھوں سے رہائی پائے جو شامت اعمال نے اسکے لئے طیار کئے ہیں اس کا پہلا فرض یہہ ہے کہ وہ اپنے اندر تبدیلی کرے جب وہ خود تبدیلی کر لیتا ہے تو اللہ تعالٰے اپنے وعدہ کے موافق جو اوس نے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ میں کیا ہے اس عذاب اور دکھ کو بدلا دیتا ہے۔ اور دکھ کو سکھ سے تبدیل کر دیتا ہے۔

جب انسان کے اندر تبدیلی کرتا ہے تو اوس کے لئے ضرور نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو بھی دکھاتا پھرے وہ رحیم کریم خدا جو دلوں کا مالک ہے اسکی تبدیلی کو دیکھ لیتا ہے کہ یہہ پہلا انسان نہیں ہے۔ اسلئے وہ اسپر فضل کرتا ہے۔

تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ ایک شخص نماز روزہ اور دوسرے اشغال اذکار سے ریا کیا کرتا تھا۔ تاکہ لوگ اسے ولی سمجھیں۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام لوگ اسے ریاکار سمجھتے تھے یہانتک کہ بچے بھی جس راستہ سے وہ گذرتا تھا اسکو ریاکار اور فریبی کہا کرتے تھے۔ ایک رات تک اسکی حالت ایسی ہی رہی۔ آخر اس نے سوچا کہ اس طریق سے کوئی فائدہ تو نہیں ہوا بلکہ حالت بدتر ہی ہوئی ہے اس لئے اسکو چھوڑ دینا چاہئے۔ پس اس نے چھوڑ دیا اور ملامتی فرقہ کا سا طریق اختیار کر لیا مسلمانوں میں ملامتی ایک فرقہ ہے جو اپنی نیکیوں کو چھپاتا ہے اور بدیوں کو ظاہر کرتا ہے تاکہ لوگ انہیں برا کہیں۔ اسیطرح پر وہ اپنی نیکیوں کو چھپانے لگا۔ اور اندری اندر اللہ تعالٰے سے سچی محبت کرنے لگا۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ لکھا ہے کہ جس کوچہ سے گذرتا عام لوگ اور بچے بھی اسے کہتے کہ یہ نیک ہے

دلی ہے بزرگ ہے -
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالے سے محبت کرنا مشک اور عطر کی طرح ہے - جو کسی طرح پر چھپ نہیں سکتا یہی تاثیریں ہیں - سچی توبہ میں جب انسان سچے دل سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالے اوس کے پچھلے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے پھر اوسے نیک اعمال کی توفیق ملتی ہے اسکی دعائیں قبول ہوتی ہیں - خدا اوس کے دوستوں کا دوست اور اوس کے دشمنوں کا دشمن ہو جاتا ہے اور وہ تقدیر جو شامت اعمال سے اوس کے لیے مقرر ہوتی ہے وہ دور کی جاتی ہے -
اس امر کے دلائل بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ انسان اپنی اس مختصر زندگی میں بلاؤں سے محفوظ رہنے کا کسقدر محتاج ہے اور وہ چاہتا ہے کہ ان بلاؤں اور وباؤں سے محفوظ رہے جو شامت اعمال کی وجہہ سے آتی ہیں - اور یہہ ساری باتیں سچی توبہ سے حاصل ہوتی ہیں پس توبہ کے فوائد میں سے ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ اللہ تعالے اوس کا حافظ اور نگران ہو جاتا ہے - اور ساری بلاؤں کو خدا دور کر دیتا ہے - اور ان منصوبوں سے جو دشمن اسکے لئے طیار کرتے ہیں انسے محفوظ رکھتا ہے اور اس کا یہہ فضل اور برکت کسی سے خاص نہیں بلکہ جسقدر بندے ہیں خدا تعالے کے ہی ہیں اسلیئے ہر ایک شخص جو اس کی طرف آتا ہے اور اس کے احکام اور اوامر کی پیروی کرتا ہے وہ بھی ویسا ہی ہوگا - جیسے ... شخص توبہ کر چکا ہے وہ ہر ایک سچی توبہ کرنے والے کو بلاؤں سے محفوظ رکھتا ہے اور اس سے محبت کرتا ہے - پس یہ توبہ جو آج اسوقت کی گئی ہے یہہ مبارک اور عید کا دن ہے اور یہہ عید ایسی عید ہے جو کبھی میسر نہیں آئی ہوگی ایسا نہ ہو کہ تھوڑے سے خیال سے ماتم کا دن بنا دو - عید کے دن اگر ماتم ہو تو کیسا غم ہوتا ہے کہ دوسرے خوش ہوں اور اس کے گھر ماتم ہو موت تو سب کو ناگوار معلوم ہوتی ہے - لیکن جس کے گھر عید کے دن موت ہو وہ کسقدر ناگوار ہوگی -
قاعدہ کی بات ہے کہ جب انسان ایک نعمت کی قدر نہیں کرتا - وہ ضایع ہو جاتی ہے - دیکھو جن چیزوں کی تم قدر کرتے ہو اون کو صندوقوں میں بڑی حفاظت سے رکھتے ہو - اگر ایسا نکرو تو وہ ضایع ہو جاتی ہے اسیطرح اس مال کا جو ایمان کا مال ہے چور شیطان ہے اگر اس کو بچا کر دل کے صندوقوں میں احتیاط سے نہ رکھو گے تو چور آئیگا اور لے جائیگا - یہہ چور بہت ہی خطرناک ہے - دوسرے چور جو اندھیری راتوں میں نقب لگاتے ہیں وہ اکثر پکڑے جاتے ہیں اور سزا پاتے ہیں لیکن یہہ چور ایسا ہے کہ اسکی عمر ... ہے اور ابھی پکڑا نہ جائیگا یہہ اسوقت آتا ہے جب گناہ کی تاریکی پھیل جاتی ہے کیونکہ چور اور روشنی میں دشمنی ہے - جب انسان اپنا منہ خدا کی طرف رکھتا ہے اور اسی کی طرف رجوع اور توجہ کرتا ہے تو وہ روشنی میں ہوتا ہے اور شیطان کو کوئی موقع اپنی دستبرد کا نہیں ملتا -
پس کوشش کرو کہ تمہارے ہاتھوں میں ہمیشہ روشنی رہے اگر غفلت بڑھ گئی تو یہہ چور آئیگا اور سارا اندوختہ لے جائیگا اور برباد ہو جاؤ گے - اسلیئے اس اندوختہ کو احتیاط اور اپنی راستبازی اور تقویٰ کے ہتھیاروں سے محفوظ رکھو یہہ ایسی چیز نہیں ہے کہ اس کے ضایع ہونے سے کچھ حرج نہ ہو - بلکہ اگر یہہ اندوختہ جاتا رہا - تو ہلاکت ہے اور ہمیشہ کی زندگی سے محروم ہو جاؤ گے -

تنبیہ اور تبلیغ

یاد رکھو یہہ طاعون کے دن ہیں معلوم نہیں ستمبر کے آخر اور اکتوبر کے شروع میں کیا ہو ؟ جہانتک خدا نے مجھہ پر ظاہر کیا ہے میں دیکھتا ہوں کہ بہت خطرناک دن آنے والے ہیں اس لئے ہر ایک شخص جو چاہتا ہے کہ خدا تعالے کے غضب سے محفوظ رہے وہ اسیوقت سے طیاری کرے جب تک غضب الٰہی نازل نہیں ہوتا اور اس کے آثار نمودار نہیں ہوتے تو ہر شخص واجب الرحم ہوتا ہے لیکن جب آثار نمودار ہو جاویں پھر عذاب نہیں ٹلتا -
بہت سے لوگ بیباک اور جرأت کرنے والے ہوتے ہیں وہ شوخی سے کہہ دیتے ہیں کہ صد ہا وبائیں بلائیں اور ہیضے وغیرہ آتے ہیں ایسا ہی طاعون بھی ہے - لیکن یہہ ان کی بدبختی اور شقاوت ہے جو ایسی جرأت پیدا ہوتی ہے وہ نہیں جانتے کہ یہ بُرے دنوں کی نشانی ہے جب بلائیں دنیا میں آتی ہیں اور دنیا کو تباہ کرتی ہیں - تو شامت اعمال سے ہی آتی ہیں - ہمیشہ سے گناہ ہوتا آیا ہے اور ہمیشہ ان صورتوں میں ہی عذاب اور بلا آئی ہے اور ان گناہوں کے بدلے میں سزا دی گئی ہے - پھر یہہ شوخی اچھی نہیں اس کا نتیجہ بہت ہی بُرا ہے یہہ وقت تو ایسا ہے کہ خدا سے صلح کرو اور پاک تبدیلی کرو - نہ یہہ کہ شوخی و شرارت سے پیش آؤ -
یاد رکھو یہہ طاعون ایک خطرناک عذاب الٰہی ہے جو اسوقت نازل ہوا ہے اس کو حقیر مت سمجھو اس کا انجام اچھا نہیں ہے خدا تعالے کی کتابوں میں یہہ ایک نشان مقرر کیا گیا ہے - خدا تعالے کے نشانوں کو جو شخص حقارت سے دیکھتا ہے وہ نقصان اوٹھاتا ہے -
میں کھول کھول کر بیان کرتا ہوں کہ اس عذاب سے مخلصی کے لئے سچی توبہ اور پاک تبدیلی کی ضرورت ہے اور بجز اس کے چارہ نہیں -
پس ابھی وقت سے اس کے لئے طیاری کرو - شوخیوں اور شرارتوں سے باز آجاؤ - میں یہہ بات بھی بیان کرنی چاہتا ہوں کہ
مسیح موعودؑ کے زمانہ کے بہت سے نشانوں میں سے دو بڑے نشان ہیں جن میں سے ایک آسمان پر ظاہر ہوگا اور دوسرا زمین پر -
آسمان کا نشان تو یہہ تھا کہ اوس کے زمانہ میں رمضان کے مہینہ میں مقررہ تاریخوں پر سورج اور چاند کو گرہن ہوگا - چنانچہ کئی سال گذرے یہہ نشان پورا ہو گیا اور نہ صرف اس ملک میں بلکہ دوسری جگہہ امریکہ میں بھی پورا ہوا -
دوسرا نشان یہی طاعون کا نشان تھا جو زمینی ہے - یہہ نشان بدن پر لرزہ ڈالدینے والا نشان ہے کئی سال سے یہ بلا اس ملک میں نازل ہو رہی ہے مگر میں افسوس سے ظاہر کرتا ہوں کہ ابھی تک غفلت اور بدمستی اسی طرح ترقی پر ہے -
میں جانتا ہوں کہ خدا تعالے کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے - آخر اس طاعون کی اسقدر شدت ہو جائیگی کہ دس میں سے سات مر جائیں گے - اور بعض بستیاں بالکل تباہ اور برباد ہو جائیں گی -
جہانتک اللہ تعالے نے مجھہ پر ظاہر کیا ہے میں دیکھتا ہوں کہ ابھی بہت خطرناک دن آنے والے ہیں - اسلیئے میں ہر ایک کو جو سنتا ہے کہتا ہوں کہ دیکھو اسوقت ہر ایک نفس کو چاہیئے کہ اپنے نفس اپنی بیوی بچوں اور دوستوں پر رحم کرے -
میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ تعالے رجوع کرنے والوں پر اپنا فضل کر دیتا ہے اور یہہ عذاب ٹل سکتا ہے پس چاہیئے کہ ہر شخص کوشش کرے اور سچی توبہ اور پاک تبدیلی کے ساتھہ خدا تعالے سے دعائیں مانگے -

ایک اعتراض کا جواب

بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ ہمارے سلسلہ میں سے بھی بعض آدمی طاعون سے مرگئے ہیں ایسے معترضین کو یاد رکھنا چاہیئے - کہ موت تو ہر نفس کے لئے مقرر ہے اور ایک نہ ایک دن سب کو مر جانا ہے -
اور طاعون سے صحابہ میں سے بھی بعض شہید ہو گئے تھے - غرض موت سے تو چارہ نہیں امیر و غریب ہندو مسلمان زن و مرد سب مرتے ہیں لیکن کسی موت پر اتنا رحم نہیں آتا جیسا اس موت پر کہ گھر کا گھر تباہ ہو جائے اور قفل لگ جاوے - اس لئے اول نسبت قایم کرو کہ ایسی موتیں کن لوگوں میں ہوئی ہیں -
اس کے سوا یہہ بھی یاد رکھو کہ ہماری جماعت میں داخل ہونے والوں کا صحیح علم کہ وہ ایمان میں کس درجہ تک ہیں اللہ تعالے ہی کو ہے اب وہ لاکھہ سے بھی زیادہ جماعت ہے - ہمیں علم نہیں ... حد تک کس کا ایمان ہے البتہ قیاسی طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ بعض کامل الایمان ہیں اور بعض اوسط درجہ کا ایمان رکھتے ہیں اور بعض ابھی ناقص درجہ پر ہیں -

ایمان کے تین درجے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
منهم ظالم لنفسه ومنهم مقتصد ومنهم سابق بالخيرات - یعنی تین قسم کے مومن ہوتے ہیں ایک تو ظالم لنفسہ ہوتے ہیں - انمیں گناہ کی آلائش موجود ہوتی ہے - بعض میانہ رو اور بعض سراسر نیک ہوتے ہیں اب ہمیں کیا علم ہے کہ کون کس درجہ اور مقام پر ہے - ہر ایک شخص کا اللہ تعالے کے ساتھہ الگ معاملہ ہے جیسا کوئی اس سے تعلق رکھتا ہے ویسا ہی وہ اس سے معاملہ کرتا ہے - جو لوگ کامل الایمان ہیں ان یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالے اسے امتیاز دے گا کیونکہ مومن اور کافر کے درمیان ایک فرقان رکھا جاتا ہے - قرآن شریف میں مومن سے وہ مراد نہیں ہے کہ صرف زبان تک ہی اس کی قیل و قال محدود ہو - اور صبح وہ ایمان کا کام کرے تو شام کو کفر کا کرے - ایک لقمہ وہ تریاق کا کہاتا ہے اور دوسرا زہر کا بھی کہا لیتا ہے ایسے شخص کو وہ فرقان اور امتیاز جو مومن کے مقرر کیا گیا ہے نہیں دیا جاتا - تم خود ہی سوچ لو کہ وہ مریض جو پرہیز نہیں کرتا ہے خواہ اوسکو کیسے ہی شفا بخش نسخے دے جاویں اور وہ کتنے ہی مجرب کیوں نہ ہوں لیکن اگر وہ پرہیز نہیں کرتا تو وہ نسخے اسکو فائدہ نہیں پہنچا سکتے -
پس یہی حال بیعت کا ہے - اگر کوئی شخص بیعت تو کرتا ہے لیکن شرائط بیعت کو پورا نہیں کرتا اور اپنے اندر پاک تبدیلی جو بیعت کا اصل مقصد ہے نہیں کرتا تو وہ اپنے لئے وبال جان ہو جاتا ہے ہاں کامل الایمان اکسیر ہے اسکے ساتھہ فرقان رکھا جاتا ہے اگر یہہ امتیاز نہ ہوتا تو دنیا تباہ ہو جاتی - اور خدا تعالے پر ایمان مشکل ہو جاتا - اس قسم کے نشانوں سے ہی خدا تعالے کی ہستی پر ایمان پیدا ہوتا ہے -
اب میں پھر اس اعتراض کی طرف توجہہ کرتا ہوں - جو کہتے ہیں کہ تمہاری جماعت میں سے بعض آدمی طاعون سے مرے ہیں -
اس بات کو خوب غور سے یاد رکھو کہ صحابہ میں سے جو بعض طاعون سے شہید ہوئے وہ اون کے لئے عذاب نہ تھی بلکہ صحابہ کا گروہ بڑہتا - اور ان کے لئے موجب شہادت ہوئی - دوسروں کے لئے وہ طاعون تباہی اور بربادی کا باعث ہوئی - یہی فرق ہے اگر کسی مومن کو طاعون ہو جاوے وہ اس کے لئے شہادت ہے - اور دوسروں کے لئے تباہی کا موجب - بایں ہمہ جیسا میں نے پہلے بیان کیا ہے - مومن اور غیر مومن میں ایک امر فارق ہوتا ہے - اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی مومن کے ساتھہ ایسے معاملات ہوتے ہیں کہ خدا تعالے اسکو ایک بیّن امتیاز عطا کرتا ہے اور اسکو تباہ کرنا نہیں چاہتا - اسکی وہی مثال ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر بھی مصیبت آتی ہے اور دوسروں پر بھی جو ان کے مخالف ہوتے ہیں - انبیاء علیہم السلام بڑہتے ہیں اور کامیاب ہوتے ہیں - اور دوسرے تباہ اور ذلیل ہوتے ہیں پس دہریوں کی طرح دہوکہ مت کہاؤ -
وہاں اور رنگ ہے اور یہاں اور رنگ ہے -
اس کے علاوہ یہہ بھی خوب غور سے سنو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں لڑائیاں ہوئی تھیں - اور وہ لڑائیاں عذاب کے رنگ میں تہیں کیونکہ کافر بار بار سوال کرتے تھے کہ آپ ہمیں کوئی نشان اور معجزہ دکہاؤ کہ ہم پر پتھر برسیں انکے بار بار کے سوالات پر ان کو وعدہ دیا گیا کہ میں تیری نشان دکھاؤں گا - اور وعدہ دیا گیا کہ وہ نشان تلوار کے ذریعہ ظاہر ہوگا سو اب

صاف ثابت ہے کہ وہ عذاب کافروں کے واسطے تھا مگر اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ ان جنگوں میں (جو قہری نشان کی صورت میں ظاہر ہوئے تھے) صحابہ بھی شہید ہوئے۔ اب کیا کوئی یہہ اعتقاد رکھتا ہے کہ صحابہ جو شہید ہوئے تھے معاذ اللہ وہ تلوار ان کے لئے بھی عذاب تھی؟ ہرگز نہیں بلکہ صحابہ کی شہادت تو قوم کی ترقی اور فتوحات کا باعث ہوئی صحابہ کی قوم بڑہ گئی اور بالمقابل مخالفوں کا نام و نشان مٹ گیا اور ستیاناس ہو گیا اب کوئی پتہ دے سکتا ہے کہ ابوجہل کی اولاد کہاں ہے؟ اسکی بیخ کنی ہو گئی یہی مثال سمجھنے کے لئے کافی ہے۔

اسیطرح پر اس میں شک نہیں کہ طاعون عذاب کی صورت میں نازل ہوا ہے اور اگر ہماری جماعت میں سے بعض آدمی طاعون سے فوت ہو گئے ہیں تو اسپر شور مچانا یا اعتراض کرنا دانشمندی نہیں ہے۔ بلکہ غور طلب یہہ امر قرار دینا چاہئے کہ طاعون سے نقصان کس کا ہوا اور فائدہ کس کو پہونچا؟ میں یقیناً کہتا ہوں کہ جب طاعون شروع ہوئی ہے۔ اسوقت میری جماعت کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ مگر اسوقت دو لاکھہ سے بھی یہہ جماعت بڑہی ہوئی ہے اور یہہ ترقی طاعون کے سبب سے بھی ہوئی ہے طاعون نے میری جماعت کو بڑھایا ہے۔ اور مخالفوں کو گھٹایا ہے۔

مجھے وعدہ دیا گیا تھا کہ طاعون تیری ترقی کا موجب ہوگی سو اس وعدہ کے موافق یہہ جماعت بڑہ رہی ہے اور دو لاکھہ تک بڑہی ہے مگر مخالفوں کا تو دوہرا نقصان ہوا ہے کچھہ ان میں سے قبروں میں گئے ہیں اور کچھہ ہمارے پاس آگئے ہیں۔

اگر ہمارا نقصان اس سے ہوتا تو یہ جماعت جو بہت ہی مختصر اور قلیل تھی بالکل تباہ ہو جاتی اور آج کوئی اس کو جاننے والا بھی نہ ہوتا ان واقعات کو مد نظر رکھکر معترض کو چاہئے کہ دیکھے کیا یہہ اعتراض کوئی شئے ہے؟

طاعون کی خبر آج سے نہیں ۲۳ برس سے براہین احمدیہ میں شایع ہو چکی ہوئی ہے اور اس لئے یہہ معمولی نظر سے دیکھنے کے قابل نہیں ہے۔ بلکہ یہہ عظیم الشان قہری نشان ہے۔

غرض

طاعون نے ہمیں نقصان نہیں پہونچایا بلکہ فائدہ ہی دیا ہے اس کے ساتھہ ہی میں یہہ بھی ضرور کہتا ہوں کہ ایمان کے **طبقات** ہیں جیسا کہ میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں اسلئے ان طبقات کے لحاظ سے جو شخص کامل الایمان ہے وہ نافع الناس وجود ہے تبلیغ دین کرنے والا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل قدر ہے وہ طاعون سے ضرور بچایا جائیگا۔ بعض آدمی جنکی ایمانی حالت کمزور ہوتی ہے اور وہ اس درجہ پر نہ پہونچے ہوئے ہوں جہاں اللہ تعالیٰ کسی کو مومن کہتا ہے۔ اور ان کی ضرورت بھی کم ہو پھر ان میں سے کوئی اگر فوت ہو جاوے تو اس میں کیا حرج ہے۔ میں یہہ خوب جانتا ہوں کہ ایمان کے درجات ہیں اور ہر درجہ پر برکت ملتی ہے لیکن انہیں باہم فرق ضرور ہوتا ہے۔

دیکھو اسوقت آفتاب کی روشنی ہے آنکھیں کھلی ہیں ہر ایک چیز دور و نزدیک کی صاف اور واضح نظر آتی ہے جب آفتاب کی سلطنت ختم ہو جائیگی تو رات آئیگی اسوقت عالم ہی اور ہوگا۔ اگرچہ اسوقت چاند یا ستاروں کی روشنی ہوگی مگر ان روشنیوں میں زمین آسمان کا فرق ہوگا۔ ایسا ہی ایمان کے مراتب میں فرق عظیم ہے ایمان بھی ایک روشنی ہے۔ جس جس درجہ پر ایمان پہونچتا ہے اسی مرتبہ کے موافق روشنی اور چمک پاتا ہے جو چاہتا ہے کہ عمر زیادہ ہو اور اس قہری نشان میں ایک امتیاز پیدا کرے۔ اوسکو لازم ہے کہ وہ کامل الایمان ہو اور اپنے وجود کو قابل قدر بنا دے۔ اور اس کی یہی صورت ہے کہ لوگوں کو نفع پہونچا وے اور دین کی خدمت کرے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ

یہہ خوب یاد رکھو کہ عمر کہانے پینے سے لمبی نہیں ہو سکتی بلکہ اس کی اصل راہ وہی ہے جو میں نے بیان کی ہے بہت سے لوگ ہیں جو صرف کہانے پینے کو ہی زندگی کی غرض و غایت سمجھتے ہیں حالانکہ زندگی کی یہہ غرض نہیں۔

سعدی کہتا ہے ؎

خوردن برائے زیستن و ذکردن است
تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است

جب انسان کا ایک اصول ہو جاوے کہ زیستن از بہر خوردن است اسوقت اس کی نظر پر نہیں رہتی بلکہ وہ دنیا کے کاروبار اور تجارت ہی میں منہمک ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف توجہ اور رجوع کا خیال بھی نہیں رہتا۔ اسوقت اسکی زندگی قابل قدر وجود نہیں ہوتی۔ ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ

یعنی میرا رب تمہاری پروا کیا رکہتا ہے اگر تم اوسکی بندگی نکرو۔

مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ اس ملک میں ہیضہ کی خطرناک وبا پڑی تھی اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک کشف کے ذریعہ یہہ نظارہ دکھایا تھا میں نے دیکھا کہ ایک بڑا میدان ہے اور اسمیں ایک بہت بڑی لمبی نالی ہے جسپر قصابوں نے بھیڑیں لٹائی ہوئی ہیں اور چھریاں ان کی گردنوں پر رکھی ہوئی ہیں وہ آسمان کیطرف منہ کرکے دیکھہ رہے ہیں گویا آسمانی حکم کا انتظار کرتے ہیں میں پاس ہی ٹہل رہا ہوں اتنے میں میں نے یہی آیت پڑہی۔

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ

یہہ آیت سنتے ہی اونہوں نے چھریاں پھیر دیں اور وہ بھیڑیں تڑپنے لگیں انکو تڑپتے دیکھہ وہ قصاب بولے کہ تم کیا ہو؟ گوہ کہانے والی بھیڑیں ہی ہو۔ غرض اس کے بعد ہیضہ کی وہ خطرناک وبا پڑی۔ پس جو انسان خدا تعالیٰ کی طرف توجہ نہیں کرتا اسکا رتبہ اور قدر اس سے زیادہ نہیں ہوتا۔

کچھہ اپنی نسبت بالآخر میں یہہ کہتا ہوں کہ میری نسبت جو مخالف لوگ مخالفت کرتے ہیں اور میرا انکار کرتے ہیں۔ اگر وہ دعائیں کرتے اور خدا تعالیٰ سے میری نسبت کشف حقائق چاہتے تو اون آنکھیں کہل جاتیں۔ مگر افسوس ہے کہ اونہوں نے مخالفت میں حد سے زیادہ حصہ لیا اور میرے دعاوی پر نہ غور کی اور نہ میری کتابوں کو پڑہا اور نہ میری باتوں کو تعصب سے خالی ہو کر سنا۔ وہ مجھے دجال اور مفتری تو کہتے ہیں۔ مگر وہ اس امر پر غور نہیں کرتے۔ کہ کیا دجال اور مفتری بھی اس قسم کی کامیابی حاصل کیا کرتے ہیں۔ یاد رکھو کہ اگر یہہ انسان کا اپنا سلسلہ ہوتا تو کبھی کا تباہ ہو جاتا۔ کیونکہ اس کے تباہ کرنے میں ہر طرف سے مخالفانہ کوشش ہو رہی ہے اور جب خدا تعالیٰ کے بھی خلاف ہوتا تو وہ بھی اس کا دشمن تھا۔ پھر کیا وجہ ہے؟ کہ یہہ بجائے تباہ ہونے کے ترقی کر رہا ہے۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ یہہ خدا کی طرف سے ہے انسانی کاروبار نہیں ہے۔ تم جانتے ہو کہ میرا یہہ دعوی آج نہیں ہوا ہے بلکہ ۲۴ سال سے میں دعوے کر رہا ہوں۔ کہ خدا تعالیٰ میرے ساتھہ ہمکلام ہوتا ہے اور اوس نے مجھے مامور کیا ہے۔

انسانی گورنمنٹ میں اگر کوئی شخص جھوٹا ملازم سرکار بنے تو وہ فوراً پکڑا جاتا ہے۔ اور سزا پاتا ہے تو یہہ ایسا اندھیر ہے کہ خدا تعالیٰ کی گورنمنٹ میں ایک شخص مامور ہونے کا مدعی ہے اور بجائے اسکے کہ وہ پکڑا جاتا اور تباہ کیا جاتا اسے ترقی مل رہی ہے۔

کوئی بتا دے کیا جھوٹوں کے ساتھہ ایسا معاملہ ہوتا ہے؟ براہین احمدیہ چھپی ہوئی موجود ہے اس شہر میں اس کے بہت سے نسخے ہونگے اسکو پڑہو اور دیکھو کہ جو کچھہ اس میں درج ہے کیا آج بہت سی باتیں انمیں سے پوری نہیں ہو چکی؟ اور کیا کوئی منصوبہ باز کر سکتا ہے کہ اسقدر عرصہ دراز پہلے جبکہ اپنی زندگی کا بھی اعتبار نہیں ہوتا۔ ایک بات کہے اور پھر اتنے عرصہ کے بعد جس میں ایک بچہ پیدا ہو کر بھی صاحب اولاد ہو سکتا ہے وہ پوری ہو جاوے۔

میں جانتا ہوں کہ اسی شہر میں ایسے لوگ بھی ہیں جو جانتے ہیں کہ اس زمانہ میں مجھے جاننے والے کتنے تھے میں سچ کہتا ہوں کہ میں ایک گمنامی کی حالت میں تھا سال بھر میں بھی کبھی ایک خط نہ آتا تھا۔ لیکن اس گمنامی کے زمانہ میں علیم و خبیر خدا نے مجھے خبر دی جو براہین احمدیہ میں موجود ہے۔ کہ ایک زمانہ آنے والا ہے۔ جبکہ فوج در فوج لوگ تیرے پاس آئیں گے میں لوگوں کو کہینچ کہینچ کر لاؤں گا۔ اور مالی نصرتیں بھی آئیں گی اور دنیا میں تیری شہرت ہو جائیگی۔

جیسے لکہا ہے

فَحَانَ اَنْ تُعَانَ وَتُعْرَفَ بَيْنَ النَّاسِ

اور پھر فرمایا

يَاْتُوْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ

اور يَاْتِيْكَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ

اور پھر فرمایا۔

وَلَا تُصَعِّرْ لِخَلْقِ اللّٰهِ وَلَا تَسْئَمْ مِنَ النَّاسِ

یعنی اب وقت آگیا ہے کہ تو لوگوں میں شناخت کیا جاوے اور تیری مدد کی جاوے تیرے پاس دور دور راہوں سے لوگ آئیں گے اور دور دراز جگہوں سے تجھے تحایف اور مالی نصرتیں آئیں گی۔ اور پھر فرمایا کہ تیرے پاس کثرت سے مخلوق آئے گی اس لئے تو تحمل سے انکو قبول کرنا اور ان کی کثرت سے تھک نہ جانا غرض اس قسم کے بہت سے الھامات ہیں جو نہ صرف عربی زبان میں ہوئے۔ بلکہ فارسی میں بھی ہوئے اردو میں ہوئے اور انگریزی میں بھی ہوئے جسکو میں جانتا بھی نہیں اور ایک لمبا سلسلہ ان الہامات اور پیشگوئیوں کا چلا گیا ہے۔ اور جہاں براہین ختم ہوتی ہے وہاں یہہ الہام ہوا۔

دنیا میں ایک نذیر آیا دنیا نے اوسکو قبول نہ کیا پر خدا اوسکو قبول کریگا اور زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کروں گا۔

مجھے حیرت آتی ہے جب میں ان لوگوں کے منہ سے سنتا ہوں کہ کوئی نشان دکھاؤ۔ ان نشانات پر وہ غور نہیں کرتے اور انکو حقیر سمجھتے ہیں۔

افسوس!

اور اور نشان مانگتے ہیں۔ میں یقین کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ قادر ہے وہ نشان پر نشان دکھا رہا ہے۔ لیکن یہہ دانشمندی اور تقویٰ کا طریق نہیں ہے کہ پہلے نشانوں کو چھوڑ دیا جائے۔ ان نشانوں کو سرسری نظر سے نہ دیکھو مولوی محمد حسین صاحب وہ شخص ہیں کہ انسے بڑھکر کسی نے عداوت کا نمبر نہیں لیا۔ انہوں نے بنارس تک پھر کر کفر کا فتویٰ حاصل کیا اور ہر قسم کی مخالفت میں اونہوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور کوئی کسر نہیں چھوڑی اب باوجود اس مخالفت کے اسکو قسم دیکر پوچھو کہ جب تم نے براہین احمدیہ پر ریویو لکہا اور یہہ پیشگوئیاں اور نشان آمیز موجود تھے اسوقت ہمارا کیا حال تھا۔ کہاں تک میری شہرت تھی اور کسقدر لوگوں کو تعلق تھا۔ اور کیا اب ان الھامات کے موافق یہہ نشانات جو پورے ہوئے ہیں آپ بنائے گئے ہیں۔؟ اسوقت موجود تھے یا نہیں۔؟ اور اونہوں نے پڑہے تھے یا نہیں؟ اگر پڑہے تھے تو پھر سچ سچ کہو کہ ایسے زمانہ میں جب یہ دعا سکہایا تہا کہ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ اور اس میں آپ گواہی دیتا ہے کہ میں اکیلا ہوں وہ الھامات جو جماعت کی ترقی اور میری قبولیت کے متعلق ہیں عظیم الشان نشان ہیں یا نہیں؟ اگر تعصب اور سخت دل مانع نہ ہو تو اقرار کرنا پڑے گا۔

پھر اسی براہین میں یہ بھی موجود ہے کہ علماء مخالفت کریں گے کہ ترقی نہ ہو۔ لیکن میں ترقی دونگا اور یہہ سب لوگ جانتے ہیں اور ہر روز دیکھتے ہیں کہ کسقدر مخالفت ہو رہی ہے۔ اور کیا اس مخالفت سے یہہ سلسلہ رک گیا یا اس نے ترقی کی؟ اگر کوئی ایسی نظیر دنیا میں موجود ہے اور کوئی شخص ایسی کتاب پیش کر سکتا ہے جس میں ایک عرصہ پہلے

ایسی پیشگوئیاں درج ہوں اور وہ پوری ہوئی ہوں یقیناً یاد رکھو کہ کسی مفتری یا کذاب سے ایسا سلوک نہیں کیا جاتا اور اسقدر مہلت اور رفعت اسے نہیں دی جاتی اگر کوئی ایسا مفتری یا کذاب پیش کیا جاوے تو ہم قبول کر لیں گے پھر ایسی مخالفت کے متعلق یہہ خبر بھی دی گئی تھی کہ ہر مخالفت کرنے والا اپنے منصوبوں اور تجویزوں میں ناکام اور نامراد رہے گا خواہ وہ مولوی ہو یا فقیر ہو یا امیر ہو کوئی ہو اور اتبک واقعات نے اس امر کو سچا ثابت کر دکھایا ہے۔

اور میں کھلے دل سے بیان کرتا ہوں کہ میں خدا تعالے کی ان پیشگوئیوں اور ان مکالمات پر جو میرے ساتھ ہوتے ہیں ایسا ہی یقین رکھتا ہوں جیسا کہ خدا کی دوسری کتابوں پر ایمان لاتا ہوں۔ اوس نے یہہ بھی مجھے فرمایا ہے کہ میں تجھے بہت برکت دوں گا یہانتک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈینگے وہ زمانہ خواہ کبھی آنے والا ہو۔ لیکن میں یقین رکھتا ہوں کہ اسی طرح ہوگا۔ اس زمانہ کے لوگ دیکھیںگے یا اون کے بیٹے یا اون کے بیٹے غرض یہ ہوگا۔ ضرور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایک نقطہ یا شعشہ نہ ٹلے گا۔

غرض

یہہ نشانات ہیں جنپر غور کرنا چاہیے۔ اور ٹھنڈے دل سے سوچو کہ مفتری کو یہہ تائیدیں نہیں ملا کرتیں پھر بعض لوگ یہہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ ہم نشانات کو کیا کریں قرآن شریف کے خلاف مسائل پیش کئے جاتے ہیں۔

مجھے ایسا کہنے والوں پر بھی افسوس آتا ہے کہ اگر ان کا قرآن شریف پر ایمان ہوتا تو ہرگز ایسی بات نہ کہتے کیونکہ ہم نے بارہا ظاہر کیا ہے اور کتابوں میں شایع کیا ہے کہ ہم قرآن شریف پر ایمان لاتے ہیں اگر کوئی شخص ایک آیۃ کا بھی انکار کرے وہ گمراہ اور جہنمی ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا انکار کرے وہ کافر ہے مگر کیا کروں یہہ لوگ بنی اسرائیل کی طرح جنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا نہیں ملتے اور انکار کرتے ہیں کہ مجھ میں اور ان میں یہی اختلاف ہے کہ یہہ لوگ کہتے ہیں کہ آیۃ یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ الآیۃ کی ترتیب جو قرآن شریف میں ہے صحیح نہیں ہے مگر میں کہتا ہوں کہ خدا تعالے کے کلام کی نسبت ایسا اعتقاد رکھنا یا گمان کرنا خطرناک بے ادبی اور شوخی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس آیت کی ترتیب صحیح ہے اور اسی لئے اسکے یہہ معنی ہیں کہ اے عیسی میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور اپنی طرف تیرا رفع کرنے والا ہوں۔ مگر یہہ لوگ اس ترتیب کو غلط (معاذ اللہ) ٹھہراتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ رَافِعُکَ اِلَیَّ کی جگہہ رَافِعُکَ اِلَی السَّمَاءِ الثَّانِیَۃِ چاہیئے۔ اور اس کے بعد متوفیک چاہیئے۔ گویا کہ ان کے اعتقاد کے موافق خدا تعالے کو غلطی لگی اس نے کہنا تو یہہ تہا یَا عِیْسٰی اِنِّیْ رَافِعُکَ اِلَی السَّمَاءِ الثَّانِیَۃِ وَمُتَوَفِّیْکَ اور کہدیا یہہ جو آیت میں درج ہے۔ اب میں قرآن کو چھوڑتا ہوں اور اسکے خلاف کہتا ہوں یا یہہ خود کرتے اور کہتے ہیں۔ انصاف سے بولو اگر یہہ تحریف نہیں تو کیا ہے۔ اسی پر مجھے کہا جاتا ہے کہ تو قرآن کے خلاف ہے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ قرآن کی تحریف ہے جس سے یہودیوں پر لعنت پڑی اور وہ سور اور بندر ہے یہودی جو تحریف کرتے تہے اون کے متعلق بہی یہی فرمایا ہے یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ۔ اور جب تم بہی اسی قسم کی تحریف کرتے ہو تو قرآن شریف پر تمہارا کیا ایمان ہے۔

میں زور سے کہتا ہوں کہ کیا وہ دل خدا ترس ہے اور اس میں تقوی کا حصہ ہے۔ جو خدا تعالے کے کلام میں تصرف کرنا چاہتا ہے اگر تم سچے ہو اور تحریف نہیں کرتے تو پھر وہ حدیث صحیح پیش کرو جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ رافعک الی [illegible] کی بجائے رافعک الی السماء الثانیہ چاہیئے اور یہہ متوفی سے پہلے ہے قرآن شریف میں جو لکہا ہوا ہے غلط ہے اور تم سن رکھو کہ ہرگز ہرگز کوئی شخص ایسی حدیث صحیح پیش کرنے پر قادر نہ ہوگا۔

جسقدر صاحب یہاں موجود ہیں۔ آخر ہوش و حواس رکھتے ہیں وہ انصاف سے کہیں کہ اگر کوئی شخص تمسک کو الٹ پلٹ کرتا ہے تو وہ جعلسازی کا مرتکب ہوتا ہے یا نہیں اور وہ اس جعلسازی کی سزا میں جیل میں بہیجا جاتا ہے۔ پہر یہہ اندہیر کیوں روا رکہا جاتا ہے کہ خدا تعالے کے کلام کو الٹ پلٹ کیا جاوے۔ خدا سے ڈرو یہہ بہت خطرناک دلیری ہے۔ ہاں اگر صحیحین میں کوئی حدیث درج ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسطرح پر فرمایا ہے تو پیش کرو ہم مان لیں گے لیکن اگر تم پیش نہ کرو اور نہیں کر سکوگے۔ تو یہہ تقوے کے خلاف ہے۔ کہ خود کہدو اور دوسری غلطیوں کو قرآن شریف کی شرح ٹہرا لو ہم بار بار تم سے پوچہیں گے کہ بخاری یا مسلم میں دکھاؤ کہ اس میں لکہا ہے کہ رافعک الی السماء الثانیہ پڑھا کرو۔

دیکھو ان باتوں پر غور کرو میرا یہہ مدعا نہیں کہ ہر ایک شخص محض اسوجہہ سے کہ وہ میرے ساتہہ عداوت رکھتا ہے اور تعصب نے اوس کے جوش کو بڑہا دیا ہے بے اختیار بول اوٹہے۔ اللہ تعالے بہتر جانتا ہے کہ محض خدا تعالے کے لئے کہتا ہوں انسان کی جہوٹی منطق کبہی ختم نہیں ہوتی ہے اس لئے میں مقابلہ کرنے کے لئے نہیں آیا ہوں۔ لیکن میں اپنے دل میں مخلوق کی ہمدردی اور بہلائی کے لئے ایک جوش رکہتا ہوں جو خدا تعالے نے میرے دل میں ڈالا ہے اسلئے سچے دل سے کہتا ہوں اور خدا تعالے نے اپنے پاک کلمات سے مجھے خبر دی ہے۔ مت سمجھو کہ میں بیہودہ طور پر کہتا ہوں۔ بلکہ سچ سچ یہی بات ہے پس جلد بازی نہ کرو کہ جلدی صحیح نتیجہ پر پہنچنے سے روک دیتی ہے میں جانتا ہوں کہ بہت سے لوگ اپنے سینے اور دل کو تہام نہیں سکتے اور یہہ مرض کثرت سے پہیل گیا ہے کہ مخالفت کی وجہہ سے حق بات پر کبہی غور نہیں کرتے اور یونہی کوئی بات سنی منہ پر جہاگ آجاتی ہے اور پہر جو زبان پر آتا ہے کہ دیتے ہیں مگر یاد رکہو یہہ امر تقوے کے خلاف ہے متقی کی زبان ڈرتی ہے کہ بغیر سوچے سمجھے کوئی بات منہ سے نکالے۔

میرا معاملہ اگر سمجھہ میں نہیں آتا تو طریق تقوی یہہ ہے کہ اللہ تعالے سے دعائیں مانگو تاکہ وہ وہ خود تم پر اصل حقیقت کہولدے۔ خدا تعالے کے کلام کی بے حرمتی نہ کرو ورنہ طریق نجات بہول جانے کا اندیشہ ہے۔ آج وقت ہے بصیرت سے کام لو۔

قرآن شریف قانون آسمانی اور نجات کا ذریعہ ہے اگر ہم اس میں تبدیلی کریں تو یہ بہت ہی سخت گناہ ہے تعجب ہوگا کہ ہم یہودیوں اور عیسائیوں پر بہی اعتراض کرتے ہیں اور پہر قرآن شریف کے لئے وہی روا رکہتے ہیں۔

مجھے اور بہی افسوس اور تعجب آتا ہے۔ کہ وہ عیسائی جیلی کتابیں فی الواقع محرف مبدل ہیں وہ تو کوشش کریں کہ تحریف ثابت نہ ہو اور ہم خود تحریف کرنے کی فکر!!!

دیکھو افترا کرنے والا خبیث اور موذی ہوتا ہے اور خدا تعالے کے کلام میں تحریف کرنا یہہ بھی افترا ہے اس سے بچو۔

غرض

قرآن شریف کی یہ آیت صاف طور پر مسیح کی وفات کا وعدہ دیتی ہے۔ اور جسقدر وعدے اس آیت میں رافعک الی سے شروع ہوکر آخر تک ہیں وہ ہمارے مخالف بھی مانتے ہیں کہ پورے ہوگئے حالانکہ وہ سب بعد وفات ہیں پھر وفات کا انکار کیوں کیا جاتا ہے۔

علاوہ بریں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مخبر صادق ہیں جو مسلمان کہلا کر بھی آپ پر ایمان نہیں لاتا اور آپ کو مخبر صادق تسلیم نہیں کرتا وہ بڑی بدذاتی کرتا ہے۔ آپ نے تو فرمایا ہے کہ میں نے مسیح کو دوسرے آسمان پر یحیی کے پاس دیکھا ہے اب کیا یہہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شہادت ہے یا نہیں۔ اگر حضرت عیسی علیہ السلام درحقیقت وفات یافتہ نہ تہے بلکہ زندہ تہے تو پھر اس سوال کا کیا جواب ہے؟ کہ ایک وفات یافتہ سے کیا تعلق ہے؟ ان کی تو روح بہی ابھی قبض نہیں ہوئی تہی۔ ادنے فہم کا آدمی بہی سمجھہ سکتا ہے کہ مردے کے پاس تو مردا ہی ہوسکتا ہے پھر یہہ کیا ہوا کہ مردے کے پاس زندہ جا بیٹھا!!

یہہ صرف اپنی ہی غلطی ہے ورنہ سچ یہی ہے کہ حضرت مسیح بہی مرکر ہی یحیی علیہ السلام کے پاس گئے ہیں جسکو اللہ تعالے نے اپنے قول سے یعنی قرآن شریف سے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے فعل یعنی رویت سے ثابت کر دیا۔ جو اس قول اور فعل کو نہیں مانتا اسے پھر میں کیا کہوں۔

ان دو گواہوں کے بعد اور کس گواہ کی حاجت ہے پہر یہ تو خلک ہی باتیں ہیں خود حضرت مسیح کا تو صاف اقرار ہی موجود ہے اور اس آیت فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْہِمْ سے تو اس سارے قضیہ کا فیصلہ ہی ہو جاتا ہے اس آیت سے پہلی آیتوں میں اسبات کا ذکر ہے کہ اللہ تعالے حضرت مسیح سے قیامت کے دن سوال کرے گا کہ کیا تو نے کہا تہا کہ میری ماں کو اور مجھکو خدا بنا لو۔ حضرت عیسے اپنی بریت میں عرض کریں گے کہ میری کیا مجال تہی جو میں ایسی تعلیم دیتا۔ میں تو جبتک ان میں رہا انکو تیری توحید ہی کی تعلیم دیتا رہا جو تو نے مجھے دی تہی لیکن جب تو نے مجھہ کو وفات دیدی پہر تو اُنپر نگران تہا

اب غور کا مقام ہے کہ انی متوفیک میں جو وعدہ تہا وہ اس آیۃ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ سے پورا ہوتا ہے ماسوا اسکے یہہ آیت حضرت مسیح کی موت اور اون کی دوبارہ آنے کے متعلق ایک فیصلہ کن آیت ہے اور یہہ اس قرآن کی آیت ہے جسکا حرف حرف محفوظ ہے اور جسکی حفاظت کا ذمہ وار خود اللہ تعالے ہے جب کہ اس نے فرمایا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ۔

افسوس مسلمانوں نے اس کتاب کی قدر نہیں کی!!! اس آیت میں مسیح علیہ السلام نے اپنی بریت دو صورتوں سے کی ہے اول تو یہہ کہ میری زندگی میں عیسائی نہیں بگڑے کیونکہ میں انکو توحید کی تعلیم دیتا رہا۔ دوم جب مجھے وفات دیدی مجھے کچھہ خبر نہیں۔

اب غور طلب امر یہہ ہے کہ حضرت مسیح ابہی تک زندہ ہی ہیں تو صاحبو! پھر ان کے اس اقرار کے موافق یہہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ابہی تک عیسائی بگڑے بہی نہیں اور جو تعلیم وہ پیش کرتے ہیں وہ صحیح ہے حالانکہ یہہ واقعات صحیح کے خلاف ہے۔ عیسائی ضرور بگڑ چکے ہیں۔

صاحبو اگر مسلمانوں کے اس خیالی عقیدہ زندہ آسمان پر جانے کو لیکر اور اس آیت کے موافق عیسائی مسلمانوں پر اعتراض کریں کہ ہماری تعلیم تمہارے اقرار کے موافق بگڑی نہیں ہے تو کیا جواب ہو سکتا ہے؟ کیونکہ یہہ امر تو حضرت مسیح کی زندگی سے وابستہ ہے۔ اور زندگی تسلیم ہے تو پھر دوسری تعلیموں کے انکار کے لئے کیا عذر ہے !!!

میں سچ کہتا ہوں کہ مسلمانوں کی خیر اسی میں ہے کہ وہ قرآن شریف پر ایمان لاویں اور وہ یہی ہے کہ مسیح کی وفات پر ایمان لاویں۔

دوسری بات جو اس آیت میں فیصلہ کی گئی ہے وہ اُن کی دوبارہ آمد کا مسئلہ ہے مسلمانوں میں غلطی سے یہ عقیدہ مشہور ہو گیا ہے جس کی کوئی اصل نہیں کہ وہی مسیح ابن مریم دوبارہ آسمان سے نازل ہوں گے اور چالیس برس تک اس دنیا میں رہیں گے صلیبوں کو توڑیں گے اور کافروں سے جنگ کرینگے وغیرہ وغیرہ۔

اب غور کا مقام ہے کہ ایک نبی صادق کی نسبت یہ عقیدہ رکھنا کہ اس نے جھوٹ بولا یہ تو بے ایمانی ہے۔ ایک شخص اگر عدالت کے سامنے، جھوٹ بولے تو وہ حلف دروغی کی سزا پاتا ہے پھر علیم و خبیر عالم الغیب خدا کے حضور قیامتہ کے دن کسی نبی کو جھوٹ بولنے کی جرأت کب ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

لیکن یہ عقیدہ جو میں نے ابھی بیان کیا ہے تسلیم کر لیا جاوے اور اس کو صحیح مانا جاوے تو پھر قرآن شریف چھوڑنا پڑے گا اور حضرت مسیح کو معاذاللہ خداتعالےٰ کے حضور قیامتہ کے دن جھوٹ بولنے والا قرار دینا پڑیگا۔ کیونکہ اگر یہ سچ ہے کہ وہی مسیح اوتر آئے گا۔ تو پھر خداتعالےٰ کے سامنے اِن کا یہ جواب کہ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ صحیح نہیں کیونکہ اِن کو تو اسوقت یہ کہنا چاہئے کہ چالیس سال تک آسمان سے اوتر کر پھر زمین پر رہا اور میں نے جنگیں کیں، صلیبیں توڑیں اور شریروں کو مارا۔ کفار کو مسلمان کیا حالانکہ ان کے جواب میں اِن باتوں میں سے کسی کا کوئی اثر نہیں پایا جاتا۔

پھر خدا کے واسطے سوچ کر جواب دو کیا تم یہ تجویز نکرو گے کہ حضرت مسیح نے معاذاللہ جھوٹ بولا اور کیا یہ نبی کی شان ہے کہ خدا کے سامنے جھوٹ بولے جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے اور قرآن پر حملہ کرتا ہے وہ بدذات اور جہنمی ہے ایسے لوگ اللہ تعالےٰ کے نزدیک ملعون ہیں جو ہمی بات کے لئے قرآن شریف پر حملہ کرتے ہیں۔

پس

یہ آیت مسیح کی وفات اور اون کی دوبارہ آمد کے متعلق قول منفصل ہے۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ وفات پا چکے ہیں اور وہ دوبارہ نازل نہیں ہونگے اور قرآن شریف سچا اور حضرت مسیح کا جواب بھی سچا ہے۔

ہاں

یہ امر کہ آنیوالے مسیح سے پھر کیا مراد ہے تو یاد رکھو کہ جو کچھ خداتعالےٰ نے مجھ پر ظاہر کیا اور اپنی تائیدوں نصرتوں اور نشانوں کے ساتھ اسے ثابت کیا وہ یہی ہے کہ آنیوالا اسی امت کا ایک فرد کامل ہے اور خداتعالےٰ کی کھلی کھلی وحی نے ظاہر کیا ہے کہ وہ آنے والا

میں ہوں

جو چاہے قبول کرے۔

میرا یہ دعوےٰ نرا دعویٰ نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ زبردست ثبوت ہیں جو ایک سلیم الفطرت اور متقی کو فائدہ پہونچا سکتے ہیں۔

یاد رکھو کہ اللہ تعالےٰ جب کسی مامور کو بھیجتا ہے تو تین ذریعوں سے اس سچائی کو ثابت کرتا اور اتمام حجت کرتا ہے۔

اوّل نصوص کے ذریعہ یعنی پہلی شہادتوں سے اتمام حجت کرتا ہے۔

دوم نشانات کے ذریعہ جو اس کی تائید میں اور اسکے لئے ظاہر کئے جاتے ہیں۔

سوم عقل کے ذریعہ۔

بعض اوقات یہ تینوں ذریعہ جمع ہو جاتے ہیں اور اسوقت خداتعالےٰ کے فضل سے یہ سب ذریعہ میری سچائی کو ثابت کر رہے ہیں۔

پس

نصوص کے لئے یاد رکھو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بخاری اور مسلم میں جس آنے والے کی خبر دی ہے اسکے لئے یہی فرمایا ہے کہ وہ اسی امت میں سے ہوگا۔ چنانچہ بخاری اور مسلم میں مِنْكُمْ کا لفظ موجود ہے کہیں بھی نہیں فرمایا کہ مِن بنی اسرائیل بلکہ آنے والے مسیح اور مسیح ناصری کا حلیہ بیان کر کے فرق کر دیا ہے (ایڈیٹر)

اور قرآن شریف میں سورۂ نور میں استخلاف کے وعدہ میں بھی مِنْكُمْ ہی فرمایا ہے۔ اب بتاؤ کہ قرآن اور حدیث کے نصوص آنے والے کو اسی امت سے ٹھہراتے ہیں یا باہر سے لاتے ہیں۔ اور قرآن شریف یہی زمانہ مسیح موعود کے آنے کا ٹھہراتا ہے۔

دوم نشانات۔ وہ نشانات جو میری تائید میں ظاہر ہو چکے ہیں اور جو میرے ہاتھ پر پورے ہوئے ہیں انکی تعداد بہت زیادہ ہے اور اِن کے زندہ گواہ اسوقت لاکھوں انسان موجود ہیں میں نے اپنی کتاب نزول المسیح میں ڈیڑھ سو کے قریب نشان لکھے ہیں۔ اور بعض کا منیئے ابھی ذکر بھی کیا ہے۔ تاہم وہ نشان جو میرے لیئے ظاہر ہوئے وہ بھی تھوڑے نہیں ہیں اور انسانی طاقت میں یہ نہیں کہ وہ اِن باتوں کو اپنے لئے خود جمع کرلے۔

قرآن شریف سے ثابت ہے کہ مسیح موعود اسوقت آئیگا جب چھ ہزار سال کا دور ختم ہوگا۔ اور عیسائیوں اور یہودیوں کے نزدیک وہ وقت آگیا ہے۔

۲۔ قرآن شریف سے یہ بھی ثابت ہے کہ مسیح موعود چودھویں صدی میں آئیگا جب کہ مسیح چودھویں صدی میں آیا تھا۔ (ایڈیٹر)

۲۔ پھر قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے اور احادیث صحیحہ اس کی تصدیق کرتی ہیں۔ کہ مسیح موعود کے زمانہ میں ایک نئی سواری پیدا ہوگی جس سے اونٹ بیکار ہو جائیں گے۔

جب کہ قرآن شریف میں ہے وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ اور حدیث صحیحہ میں ہے۔ وَلَيُتْرَكَنَّ الْقِلَاصُ فَلَا يُسْعَى عَلَيْهَا۔

اب آپ لوگ جانتے ہیں کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان بھی ریل طیار ہو رہی ہے اس عظیم الشان پیشگوئی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے۔ ایک اخبار والے نے لکھا ہے کہ کہ مکہ مدینہ والے بھی یہ نظارہ دیکھ لیں گے کہ اونٹوں کی قطاروں کی بجائے ریل گاڑی وہاں چلے گی۔

قرآن شریف میں جو فرمایا وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ اسکے متعلق نواب صدیق حسن خان نے لکھا ہے کہ عشار حاملہ اونٹنی کو کہتے ہیں اسلئے یہ لفظ اللہ تعالےٰ نے اختیار فرمایا۔ تاکہ یہ سمجھ آجاوے کہ اسی دنیا کے متعلق ہے۔ کیونکہ حاملہ ہونا تو اسی دنیا میں ہوتا ہے۔

اسی طرح نہروں کا نکالے جانا۔ چھاپے خانوں کی کثرت اور اشاعت کتب کے ذریعوں کا عام ہونا اس قسم کے بہت سے نشاں ہیں۔ جو اس زمانہ سے مخصوص تھے اور وہ پورے ہو گئے ہیں۔

ایسا ہی کسوف خسوف کا نشان جو رمضان میں ہوا یہ حدیث اکمال الدین اور دارقطنی میں موجود ہے پھر حج کا بند ہونا بھی نشان تھا وہ بھی پورا ہوا۔ ایک ستارہ نکلنے کی نشانی تھی وہ بھی نکل چکا۔

طاعون کا نشان تھا وہ بھی پورا ہو گیا۔

غرض میں کہانتک بیان کرتا جاؤں یہ ایک لمبا سلسلہ ہے طالب حق کے لئے اسقدر کافی ہیں۔

پھر

تیسرا ذریعہ عقل ہے۔ اگر عقل سے کام لیا جاوے اور زمانہ کی حالت پر نظر کی جاوے تو صاف طور پر ضرورت نظر آتی ہے۔

غور سے دیکھو اسلام کی حالت کیسی کمزور ہو گئی ہے اندرونی طور پر تقویٰ طہارت اوٹھ گئی ہے اوامر و احکام الٰہی کی بے حرمتی کی جاتی ہے۔ اور ارکان اسلام کو ہنسی میں اوڑایا جاتا ہے۔ اور بیرونی طور پر یہ حالت ہے کہ ہر قسم کے معترض اِس پر حملہ کر رہے ہیں اور اپنی جگہ کوشش کرتے ہیں کہ اِس کا نام و نشان مٹا دیں۔

غرض جس پہلو سے دیکھو اسلام کمزور ہو گیا ہے۔ وہ اسلام جس میں ایک بھی مرتد ہو جاتا تو قیامت آجاتی اس میں تیس لاکھ آدمی مرتد ہو چکا ہے۔ کیا ایسی حالت میں اللہ تعالےٰ کا وعدہ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ پورا نہ ہوتا۔ اگر اب اسلام کی خبر نہ لی جاتی تو پھر اور کونسا وقت آنیوالا تھا۔

پس از انکہ من نمانم بچہ کار خواہی آمد

کیا خداتعالےٰ اسوقت نصرت کرے گا جب یہ نام مٹ جائیگا۔ ایک طرف حدیث میں یہ وعدہ کہ ہر صدی کے سر پر مجدد آئیگا۔ مگر اسوقت جو عین ضرورت کا وقت ہے کوئی مجدد نہ آئے؟ تعجب ہے تم کیا کر رہے ہو! حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تو وہ زمانہ کہ اسمیں متواتر نبی آتے رہے اور یہ امت جو خیر الامتہ کہلاتی ہے اور خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت ہے۔ باوجود امت مرحومہ کہلانے کے اس میں جب آئے تو دجال آئے اور پھر ایک دو نہیں تیس دجال گویا خدا کو خطرناک دشمنی ہے وہ اسکو ایسا تباہ کرنا چاہتا ہے کہ نام و نشان نہ رہے۔

افسوس! میری مخالفت میں یہ لوگ ایسے اندھے ہوئے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے حضور شوخی اور بے ادبی کرنے سے باز نہیں آتے اسکو عملی طور پر وعدوں کا فرار دیتے ہیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک شان کرتے ہیں۔ دیکھو۔۔۔ میں کھول کر کہتا ہوں کہ تم اپنے نفسوں پر رحم کرو اس پیغمبر کی شان میں جو افضل الرسل ہے یہ بے ادبی نکرو۔ کہ حضرت مسیح کو اس سے افضل قرار دو کیا تم نہیں جانتے کہ آپ کی وفات پر صحابہ کی کیا حالت ہوئی تھی وہ دیوانہ وار پھرتے تھے آپ کی زندگی انکو ایسی عزیز تھی کہ حضرت عمر رضؓ نے تلوار کھینچ لی تھی کہ اگر کوئی آپ کو مردہ کہے گا تو میں اوس کا سر اوڑا دوں گا۔

اس شور پر حضرت ابوبکر رضؓ آئے اور اونہوں نے آگے بڑھ کر آپؐ کی پیشانی پر بوسہ دیا کہ آپ پر خدا دو موتیں جمع نکرے گا اور پھر یہ آیت پڑھی۔

مَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ یعنی آنحضرت بھی ایک رسول ہیں آپ سے پہلے جسقدر رسول آئے ہیں سب وفات پا گئے ہیں صحابہ نے جب اِس آیت کو سنا تو انہیں ایسا معلوم ہوا کہ گویا یہ آیت اب اوتری ہے انہوں نے معلوم کیا کہ آپ کے مقابلہ میں کوئی اور زندہ نہیں ہے۔

تم میں وہ عشق اور محبت نہیں جو صحابہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے تھی۔ ورنہ تم یہ کبھی روا نہ رکھتے کہ مسیح کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابل زندہ کہتے میں سچ کہتا ہوں کہ اگر صحابہ کے سامنے اسوقت کوئی کہتا کہ حضرت عیسےٰ زندہ ہیں تو انمیں سے ایک بھی زندہ نہ رہتا۔ وہ اسقدر آپ کے عشق اور محبت میں فنا شدہ تھے۔

حسان بن ثابت نے اسموقعہ پر ایک مرثیہ لکھا ہے جس میں وہ کہتے ہیں۔

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِي
فَعَمِيَ عَلَيْكَ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ
فَعَلَيْكَ كُنْتُ أُحَاذِرُ

یعنی اے میرے پیارے نبی تو تو میری آنکھوں کی پتلی تھی گیا۔ اور میرے دیدوں کا نور تھا۔ پس میں تو تیرے مرنے سے اندھا ہو گیا۔ اب تیرے بعد میں دوسروں کی موت کا کیا غم کروں عیسیٰ مرے یا موسیٰ مرے کوئی مرے مجھ کو تو تیرے ہی مرنے کا غم تھا۔

صحابہ کی تو یہ حالت تھی مگر اس زمانہ میں اپنے منہ سے اقرار کرتے ہیں کہ نبیوں افضل الانبیاء وفات پا گئے اور حضرت مسیح زندہ ہیں۔ افسوس مسلمانوں کی حالت کیا سے کیا ہو گئی۔ میں خوب جانتا ہوں اور اس واقعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کا پہلا اجماع مسیح کی وفات ہی پر ہوا تھا۔ پھر انکے خلاف کرنا یہ کونسی عقلمندی اور تقویٰ ہے۔

میں یہ مانتا ہوں کہ یہ غلطیاں امتداد زمانہ کیوجہ سے ہیں۔ تقویٰ نہیں رہا۔ جہالت بڑھ گئی ہے روحانیت ہونا کم ہو گیا ہے راہ راست محجوب ہو گیا ہے۔ اور یہی امور ہیں جو میری ضرورت کے داعی ہیں۔

میں آخر میں پھر کہتا ہوں کہ ان باتوں پر غور کرو سوچو گھروں میں جا کر تنہائی میں سوچو کہ تم چاہتے ہو کہ اسلام اور سو سال تک آفتوں کا نشانہ بنا رہے اگر اب تک کوئی نہیں آیا تو پھر صدی کا سر تو چلا گیا بائیس برس گذر چکے اب اور سو سال تک انتظار کرو لیکن یاد رکھو کہ اگر مجھے قبول نکرو گے تو پھر تم کبھی بھی آنے والے موعود کو نہیں پاؤ گے۔

میں نے اتنی باتیں کی ہیں بعض مخالفوں کو فائدہ کی بجائے جوش آئیگا اور وہ مخالفت کیطرف توجہ کرینگے پس بہتر ہے کہ وہ ان باتوں پر غور کریں اور تنہائی میں سوچیں اور آخر خداتعالےٰ سے دعائیں کریں کہ وہ دعائیں سنتا

کرو ... کر دعائیں کرو ... [illegible] ... میری ... [illegible] ... کہ تقوےٰ کو ...

حضرت اقدس کی تیسری تقریر

(جو ۳ ستمبر ۱۹۰۴ء کو بارہ ہزار سے زاید ناظرین کے مجمع میں آپ نے حاضرین کی بے حد خواہش سے کی۔ ایڈیٹر)

میں آپ سب صاحبوں کا شکر کرتا ہوں۔ کہ آپنے نہایت صبر اور خاموشی کے ساتھ میرے لیکچر کو سنا۔ میں ایک مسافر آدمی ہوں اور کل صبح انشاء اللہ چلا جاؤں گا۔ لیکن میں اس شکر اور خوشی کو ساتھ لیجاؤں گا۔ اور یاد رکھونگا کہ باوجود اختلاف رائے کے کہ اصلی وجہ سے عموماً جوش پیدا ہو جاتا ہے آپنے نیکی اور نیک اخلاق اور آہستگی سے میرے مضمون کو سنا میں یہ جانتا ہوں اور خود محسوس کرتا ہوں کہ مدت کے خیالات کو چھوڑنا سہل اور آسان نہیں ہوتا۔ خواہ وہ کیسے ہی غلط کیوں نہ ہوں۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے۔ کہ انسان اپنے اندر علمی یا عملی تبدیلی کر سکے۔ لیکن جو اخلاق آپ نے دکھائے ہیں۔ وہ نہایت ہی قابل تعریف ہیں۔ اور میں دعا کرتا ہوں۔ کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے عام طور پر یہ اجتماعی رنگ دکھایا ہے۔ وہ ایسا وقت اور زمانہ بھی لاوے۔ کہ دلوں میں بھی اتحاد اور اجتماع ہو۔ اس ملک کے تفرقہ نے بہت نقصان پہنچایا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ اس ملک کی ہندوؤں اور مسلمانوں میں بہت بڑا اتحاد اور اتفاق تھا اور باوجود اختلاف مذاہب بھی انہیں قابل قدر میل ملاپ تھا۔ مگر اس زمانہ میں فرق آگیا۔ اور خدا کرے کہ یہ دور ہو جائے۔

یاد رکھو یہ تنگ دلی اور تنگ ظرفی کا نشان ہے، کہ انسان اختلاف شریعت و مذہب کیوجہ سے اخلاق کو بھی چھوڑ دے اختلاف رائے اور چیز ہے اور اخلاق اور۔ یہ انسانی اخلاق کی خوبی اور کمال ہے کہ باوجود اختلاف رائے کے اخلاقی کمزوری نہ دکھائے۔ آج کا جلسہ مجھے ایک تازہ امید دلاتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے تو یہ میل جول ترقی کرے گا۔

میں خوب جانتا ہوں کہ جب تک طبیعت میں یہ استعداد نہیں ہوتی۔ کوئی شخص صبر اور خوش خلقی سے ایک مخالف رائے کو سن سکے۔ وہ اپنی رائے کو سنکر چپ نہیں رہ سکتا۔ اسی لئے یہ خاموشی اور صبر مجھے امید دلاتا ہے۔ کہ اچھے نتیجے پیدا ہوں گے یہ بھی خوبی کی بات ہے کہ جب مخالف رائے کو سنے تو فوراً جواب دینے کو تیار نہ ہو جائے۔ کیونکہ یہ تو محض ہار جیت کی خواہش ہوگی لیکن اس رائے کے صحیح نتیجہ پر پہنچنے کیلئے اس پر صبر سے فکر کرنا چاہئے اسی سے علم و حکمت پیدا ہوتی ہے اور علم و حکمت کی ایسا خزانہ ہے جو تمام دولتوں سے شریف ہے۔ دنیا کی تمام دولتوں کو فنا ہے لیکن علم و حکمت کو فنا نہیں ہے۔ پس جو جلدی نہیں کرتا۔ بلکہ فکر کرتا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے۔ کہ اے اللہ اگر میں غلطی پر ہوں تو مجھے بصیرت اور معرفت عطا کر وہ اس حکمت کے خزانہ کو محفوظ رکھتا ہے۔ پس میں چاہتا ہوں کہ آپ صاحبان اس خزانہ کے حاصل کرنے اور محفوظ رکھنے کی کوشش کریں۔

میں آپ صاحبوں کی خدمت میں ادب عجز اور تواضع سے عرض کرتا ہوں کہ یہ جو کچھ سنایا گیا ہے۔ آپ اس پر توجہ کریں۔ تاکہ میری محنت ضایع نہ ہو۔ جو کچھ میری قلم سے نکلا ہے اور میرے دوست مولوی عبدالکریم صاحب نے پڑھا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ کسی کی دل آزاری یا استخفاف مذہب کی نیت سے نہیں لکھا بلکہ خدا گواہ ہے اور اس سے بہتر کون گواہ ہو سکتا ہے۔ کہ میں نے سچے دل سے لکھا ہے۔ اور بنی نوع انسان کی ہمدردی کے لئے لکھا ہے اور میں جانتا ہوں۔ کہ

سخن کز دل برون آید نشیند لاجرم بر دل

چونکہ فرصت بہت کم ہے۔ ممکن ہے۔ کہ بعض نے نہ سنا ہو۔ اس لئے ہم نے چھپوا دیا ہے اور بشرط گنجایش مل سکتا ہے۔ پس اسکو پڑھکر توجہ کریں۔ اور مذہبی مخالفت کو عام مخالفت کا ذریعہ نہ بنا دیں۔

مذہب تو اس لئے ہوتا ہے۔ کہ اخلاق وسیع ہو۔ جیسے خدا کے اخلاق وسیع ہیں۔ کوئی ہزاروں گالیاں اسے دے۔ وہ اس پر پتھر نہیں برسا دیتا۔ پس اسیطرح حقیقی مذہب والا تنگ ظرف نہیں ہو سکتا۔ تنگ ظرف خواہ ہندو ہو یا مسلمان یا عیسائی وہ دوسرے بزرگوں کو بھی بدنام کرتا ہے میں اس سے منع نہیں کرتا۔ کہ اختلاف مذہب بیان نہ کرو بیشک نیک نیتی سے اختلاف بیان کرو مگر اس میں تعصب اور کینہ کا رنگ نہ ہو۔

ہندوؤں اور مسلمانوں کے تعلقات دو چار سال سے نہیں بلکہ صدہا سال سے چلے آتے ہیں۔ اس لئے خدا کرے کہ بہت سے دلوں میں جوش ڈالدے۔ کہ جو ان تعلقات کو دور نہ ہونے دیں۔ یہ بھی یاد رکھو کہ مذہب صرف قیل و قال کا نام نہیں۔ بلکہ جب تک عملی حالت نہ ہو کچھ نہیں خدا اس کو پسند نہیں کرتا جسقدر بزرگ اسلام میں یا ہندوؤں میں اوتار وغیرہ گذرے ہیں۔ ان کے حالات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے اپنے عمل سے ان سچائیوں کو جن کا وہ وعظ کرتے تھے ثابت کر دکھایا ہے۔ قرآن شریف میں بھی یہی تعلیم ہے۔

یا ایها الذین آمنوا علیکم انفسکم

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اپنے آپ کو درست کرو جس شخص کے اندر خود روشنی اور نور نہیں ہے۔ وہ اگر زبان سے کام لیگا تو وہ مذہب کو بچوں کا کھیل بنا دے گا۔ اور حقیقت میں ایسے ہی مصلحوں سے ملک کو نقصان پہنچا ہے۔ ان کی زبان پر تو منطق اور فلسفہ جاری رہتا ہے مگر اندر خالی ہوتا ہے۔

خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ میں نہایت خیر خواہی سے کہہ رہا ہوں خواہ کوئی میری باتوں کو نیک ظنی سے سنے یا بدظنی سے۔ مگر میں کہوں گا کہ جو شخص مصلح بننا چاہتا ہے۔ اسے چاہئے کہ پہلے خود روشن ہو۔ اور اپنی اصلاح کرے دیکھو یہ سورج جو روشن ہے پہلے اس نے خود روشنی حاصل کی ہے۔

میں یقیناً سمجھتا ہوں۔ کہ ہر ایک قوم کے معلم نے یہی تعلیم دی ہے لیکن اب دوسرے پر لاٹھی مارنا آسان ہے۔ لیکن اپنی قربانی دینا مشکل ہو گیا ہے۔ پس جو چاہتا ہے کہ قوم کی اصلاح کرے اور خیر خواہی کرے۔ وہ اس کو اپنی اصلاح سے شروع کرے قدیم زمانہ کے رشی اور اوتار جنگلوں اور بنوں میں جا کر اپنی اصلاح کیوں کرتے تھے وہ آجکل کے لکچروں کی طرح زبان نہ کھولتے تھے جبتک خود عمل نہ کر لیتے تھے یہی خدا تعالیٰ کے قرب اور محبت کی راہ ہے۔ جو شخص دل میں کچھ نہیں رکھتا اس کا بیان کرنا پرنالہ کے پانی کیطرح ہے جو جھگڑے پیدا کرتا ہے اور جو نور معرفت اور عمل سے بھر کر بولتا ہے وہ بارش کی طرح ہے جو رحمت سمجھی جاتی ہے۔

اس وقت میری نصیحت یاد رکھیں آج کے بعد آپ مجھے یہاں نہ دیکھیں گے اور میں نہیں جانتا کہ پھر موقع ہو یا نہ ہو لیکن ان تفرقوں کو مٹانے کی کوشش کرو میری نسبت خواہ آپ کا کچھ ہی خیال ہو لیکن یہ سمجھ کر کہ

مرد باید کہ گیرد اندر گوش
ور نوشت است پند بر دیوار

میری نصیحت پر عمل کرو جو شخص خود زہر کھا چکا ہے وہ دوسروں کی زہر کا کیا علاج کرے گا اگر علاج کرتا ہے تو خود بھی مریگا اور دوسروں کو بھی ہلاک کریگا کیونکہ زہر اس میں اثر کر چکا ہے اور اس کے حواس چونکہ قائم نہیں رہے اس لئے اس کا علاج بجائے مفید ہونے کے مضر ہوگا۔ غرض جسقدر تفرقہ بڑھتا جاتا ہے اس کا باعث وہی لوگ ہیں جنہوں نے زبانوں کو تیز کرنا ہی سیکھا ہے یہ بھی یاد رکھو کہ میرا یہ مذہب نہیں کہ اسلام کے سوا سب مذاہب بالکل جھوٹے ہیں میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ خدا جو تمام مخلوق کا خدا ہے وہ سب پر نظر رکھتا ہے یہ نہیں ہوتا کہ وہ ایک ہی قوم کی پرواہ کرے اور دوسروں پر نظر نہ کرے۔ ہاں یہ سچ کہ عالم کے دوروں کیطرح کبھی کسی قوم پر وہ وقت آجاتا ہے اور کبھی کسی پر میں کسی کیلئے نہیں کہتا بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ایسا ہی ظاہر کیا ہے۔ کہ راجہ رام چندر اور کرشن جی وغیرہ بھی خدا کے راستباز بندے تھے اور اس سے سچا تعلق رکھتے تھے۔ میں اس شخص سے بیزار ہوں جو ان کی نندیا یا توہین کرتا ہے اسکی مثال کنوئیں کے مینڈک کی سی ہے جو سمندر کی وسعت سے ناواقف ہے جہاں تک ان لوگوں کے صحیح سوانح معلوم ہوتے ہیں۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ ان لوگوں نے خدا کی راہ میں مجاہدات کئے اور کوشش کی کہ اس راہ کو پائیں۔ جو خدا تعالیٰ تک پہنچنے کی حقیقی راہ ہے۔

پس جس شخص کا یہ مذہب ہو کہ وہ راستباز نہ تھے۔ وہ قرآن شریف کے خلاف کہتا ہے۔ کیونکہ اس میں فرمایا ہے۔ وان من امة الا خلا فيها نذير۔ یعنی کوئی قوم اور امت ایسی نہیں گذری۔ جسمیں کوئی نذیر نہ آیا ہو۔

میں باوا نانک صاحب کو بھی خدا پرست سمجھتا ہوں۔ اور کبھی پسند نہیں کرتا کہ ان کو برا کہا جائے میں ان لوگوں میں سے سمجھتا ہوں جن کے دل میں خدا تعالیٰ نے اپنی محبت آپ بٹھا دیتا ہے۔ پس ان لوگوں کی پیروی کرو۔ اور دل کو روشن کرو۔ پھر دوسروں کی اصلاح کیلئے زبان کھولو۔ اس ملک کی شائستگی اور خوش قسمتی کا زمانہ تب آئیگا جب نری زبان نہ ہوگی۔ بلکہ دل پر وار دہو گا۔ پس اپنے تعلقات خدا تعالیٰ سے زیادہ کرو۔ یہی تعلیم سب نبیوں نے دی ہے اور یہی میری نصیحت ہے۔ اگر در خانہ کس است حرفے بس است۔

مرآت العالم

یہ ایک نایاب کتاب علم تاریخ میں ہے جسے آنریبل مہاراجہ سر ڈلیپ سنگھ تہا ور مرحوم والی پنجاب پورا دس ہزار روپیہ کے صرف سے تیار کرایا تہا۔ اسمیں ہندوستان کی مفصل تاریخ ابتدائے زمانہ پیدایش سے اورنگ زیب کی سلطنت تک درج ہے اور تمام نبیوں اولیاء اور حکیموں کے حالات بھی اسمیں مرقوم ہیں۔ قیمت ؏ ۸
ملنے کا پتہ
وکٹوریہ پیپر آفس سیالکوٹ

عام خبر کرد و کرا شرف بخش احمد جان

مالکان سہارنپور گکبرد لکی لودھیانہ پنجاب ویسی گڑ کی نہرو نئے نئے وجدید جنتری مفید بستاد دیگر بال مفت ملکہ منٹ نصف گرم سے لگا کر تقسیم کرتے ہیں۔

مراسلات

رذیل کون ہوتے ہین

ایک صاحب مسمی حسن علی احمدی مقام روانہ اردو بازار ضلع گورکہپور سے لکھتے ہین کہ یہان اگر کوئی شخص حائک یعنے بافندہ وغیرہ خادم اقوام مین سے جماعت احمدیہ مین داخل ہو تو مخالفین طعن و تشنیع اور ملامت کرتے اور اس کو کہتے ہین کہ جب کوئی خرابی ملت و مذہب مین واقع ہوتی ہے تو اول ایسی قومون سے شروع ہوا کرتی ہے۔ سائل کہتا ہے کہ اس قسم کے اعتراضات سے ہمارے ہم جماعت رنجیدہ خاطر ہوتے ہین۔

واضح ہو کہ اس قسم کے اعتراضات سابق انبیاء و اولیاء اور ان کے پیرووں پر بھی ہوتے رہے ہین دیکھو پارہ ۱۲۔ سورہ ہود مین قوم نوح علیہ السلام کے روساء و امراء کا یہی اعتراض نوح علیہ السلام پر ہے کہ تیرے پیرو و تابعدار رذیل اور کمینے و نیچ ہین بڑے آدمی تیری تابعداری نہین کرتے۔ اس اعتراض کا جواب جو خدا تعالیٰ نے قرآن کریم مین نوح علیہ السلام کی طرف حکایۃً بیان فرمایا ہے قیامت تک وہی کافی ہے۔

اعتراض از جانب کفار

فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا نَرَاكَ إِلَّا بَشَرًا مِثْلَنَا وَمَا نَرَاكَ اتَّبَعَكَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ أَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّأْيِ وَمَا نَرَىٰ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كَاذِبِينَ۔

جواب از جانب نوح علیہ السلام

قَالَ يَا قَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كُنْتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّي وَآتَانِي رَحْمَةً مِنْ عِنْدِهِ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ أَنُلْزِمُكُمُوهَا وَأَنْتُمْ لَهَا كَارِهُونَ وَيَا قَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّهُمْ مُلَاقُو رَبِّهِمْ وَلَٰكِنِّي أَرَاكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُونَ وَيَا قَوْمِ مَنْ يَنْصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِنْ طَرَدْتُهُمْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ ... وَلَا أَقُولُ إِنِّي مَلَكٌ وَلَا أَقُولُ لِلَّذِينَ تَزْدَرِي أَعْيُنُكُمْ لَنْ يُؤْتِيَهُمُ اللَّهُ خَيْرًا اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا فِي أَنْفُسِهِمْ إِنِّي إِذًا لَمِنَ الظَّالِمِينَ - ترجمہ پس قوم نوح کے منکر سرداروں نے کہا اے نوح ہم تجہکو ایک معمولی اپنی شکل کا آدمی دیکھتے ہین اور ہم دیکھتے ہین کہ تیری پیروی کرنیوالے رذیل یعنے نیچ و کمینے ہین اور سرسری عقل سے تمکو ہم پر کوئی فضیلت نہین ہم تمکو جھوٹا گمان کرتے ہین۔ جواب نوح۔ اے لوگو تم کچہ تو سوچو دیکھو مین اپنے پروردگار کی طرف سے کہلے اور بین دلائل پر قائم کیا گیا ہون جنکو نہ ماننے کی تمہارے پاس کوئی دلیل نہین۔ اور اس نے مجہپر اپنی رحمت بہیجی ہے وہ تمکو دکہائی نہین دیتی۔ مین اس رحمت مین تمکو کسطرح شامل کرون جبکہ تم اوس کو ناپسند کرتے ہو۔ اے لوگو مین تم سے کچہ بدلہ اس تبلیغ پر نہین مانگتا میرا اجر خداوند تعالیٰ کے ذمہ ہے جن لوگون نے مجہے مان لیا ہے (جنکو تم رذیل و کمینے سمجہتے ہو) مین انکو کبہی نکالونگا نہین رحمت الٰہی ان کے شامل حال ہو گئی ہے اپنے پروردگار کی طرف سے اون کو اس ایمان لانے کا بہلا بدلہ و ثواب ضرور ملیگا۔ بلکہ مین تو تم کو ہی نادان دیکھتا ہون (جن لوگون کے دلون مین خدا تعالیٰ نے ایمان لانے کیلئے القا کیا اور وہ میرے ساتھ شامل ہو گئے خواہ وہ امیر ہون یا غریب) اگر مین تمہارے کہنے سے اونکو کہدیر دون تو خداوند تعالیٰ کے عذاب سے مجہے کون مدد کرکے بچائیگا تم فکر اور سوچ کیون نہین کرتے ہو۔ مین نہین کہتا کہ مین فرشتہ ہون اور جن کو رذیل و کمینے سمجہکر تمہاری آنکہین حقارت کی نظر سے دیکہتی ہین مین نہین کہتا کہ خداوند تعالیٰ اون کو اس ایمان لانے کے بدلے کوئی بہلائی اور ثواب نہین دیگا کوئی امیر ہو یا غریب اگر وہ خلوص دل سے ایمان لائے تو اُن کو ضرور ثواب ملیگا اون کے دلون کا اچہا واقف کار خداوند تعالیٰ ہی ہے اگر مین اونکو کہدیر دون یعنی اپنی شمولیت سے الگ کر دون تو اسوقت ظالم ٹہیرتا ہون۔ پہر وہی سائل پوچہتا ہے

کہ حائکون مین کیا رذالت ہے

اگر رذالت کے معنے برائے و قباحت سمجہتے ہو تو یہ غلط فہمی ہے کیونکہ اکثر خادم اقوام مین عابد و زاہد و پارسا بہ نسبت بڑی اقوام کے زیادہ ہوتے ہین اور ابتدائی زمانہ سے سارے انبیاء و اولیاء کی موافقت و تصدیق کا حصہ زیادہ تر غریب لوگون نے لیا ہے اور اس نعمت عظمیٰ سے سب سے پہلے خادم و غریب اقوام نے حصہ لیا ہے پس سچ رکہو کہ حق و حکمت و سچائی کی تصدیق غریبون و ادنیٰ لوگون سے شروع ہوتی آئی ہے۔ دیکہو پیغمبر خدا صلعم فرماتے ہین۔ بَدَأَ الدِّينُ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ غَرِيبًا - یعنی دین اسلام کی ابتدا غریب لوگون سے شروع ہوئی اور آخر زمانہ مین بادشاہون اور بڑی قومون سے دین اسلام نکلکر غریبون مین باقی رہیگا دیکہو صحیح بخاری مین یہ بات مشرح ہو چکی ہے پہر اگر رذالت کے معنے چہوٹائی و خوردی سمجہو تو یہ صحیح ہین۔ مشاہدہ کا انکار کسطرح ہو سکے دنیا مین قومون کی چہوٹائی و بڑائی فاتح و مفتوح کسطرح خیال کیگئی ہے ہمیشہ فاتح بڑا اور مفتوح چہوٹا کہلاتا ہے ہمیشہ خادم چہوٹا اور مخدوم بڑا سمجہا جاتا ہے۔ اس سے سمجہ سکتے ہو کہ جو اقوام خادم ہین اگر وہ دیندار و پرہیزگار ہین خواہ بافندہ ہون یا آہنگر یا حجام و غیرہم ہون وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک افضل و اکرم ہین۔

سائل نے بعد ازین مسئلہ کفو کی بابت استفسار کیا ہے کہتا ہے کہ اگر یہ قومین خراب و بری نہین تو انکی کفو دوسری شریف اقوام کے ساتہہ کیون نہیں رکہی گئی واضح ہو کہ کفو بلحاظ انتظام تمدن و دنیا مقرر ہین دیکہو قال اللہ تعالیٰ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ یعنی اے لوگو ہمنے تمکو ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت سے پیدا کیا اور تمہاری کئی جماعتین اور قبیلے بنا دیئے تاکہ تمہاری آپسمین شناخت و پہچان باقی رہے۔ یعنی اقوام خادم و مخدوم مین تمیز باقی رہے اور دنیا کا انتظام ہمیشہ مین خلل نہ واقع ہو۔ خادم بننے سے انسان برا نہین ہو جاتا بلکہ بہا خادم از مخدوم بہتر خواہند بود۔ خداوند تعالیٰ کے نزدیک اکرم و اشرف انسان تو متقی پرہیزگاری ٹہیرائے گئے ہین خواہ وہ کسی قوم سے ہون جیسا کہ فرمایا تعالیٰ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ جو انسان تم مین سے سب سے زیادہ متقی و پارسا ہوگا وہی خداوند تعالیٰ کے نزدیک بڑا اور شریف ہے موجودہ زمانہ کے بعض علماء و سجادہ نشین جن کے آبا و اجداد سابقہ زمانہ مین خادم اقوام خیاط۔ آہنگر۔ حائک وغیرہ تہے ہم بچشم خود دیکہتے ہین کہ اون کو بعض امراء و روساء نے بلحاظ تقویٰ اپنی بیٹیان نکاح کر کے دیدین۔ خدا تعالیٰ کی کلام کی صداقت اس تجربہ و مشاہدہ نے ہمارے کو دکہا دی۔ کہ بالتحقیق خدا تعالیٰ کے نزدیک شریف و کریم انسان وہی ہین جو پارسا و پرہیزگار ہین اور اس سے یہ سبق بہی ملتا ہے کہ بسا اوقات خادم تقویٰ و پارسائی سے مخدوم بنجاتا ہے۔ جیسا کہ دیکہو شارح درمختار نے علماء کا کفو بادشاہ سے ثابت کیا ہے مگر افسوس یہ ہے کہ اوس نے یہ ظاہر نہیں کیا کہ علماء ین سے کس قوم کے عالم کا کفو بادشاہ سے ملتا ہے جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہان بہی فتویٰ عمومیت پر ہی ہے۔ پس یہ جو شرح و قایہ مین لکہا ہے فلا الحائک او الحجام و الکناس و الدباغ لیس بکفو للعطار و البزاز و الصراف بالعتق۔ یعنی بافندہ اور حجام یا چار و بہنگی کو زرگر و الی کی کفو دوا فروش اور بزاز اور صراف سے نہین ملتی اور اس پر فتویٰ کہی ہے۔ پس یہ بات انتظام تمدن دنیا کی رو سے ہے۔ چنانچہ امام محمد فرماتے ہین۔ الشدین من الامور التی تتعلق بہا الآخرۃ فلا تبتنی احکام الدنیا علیہ۔ خداوند تعالیٰ نے تو صاف فیصلہ کر دیا ہے کہ قومون کی فضیلت خدا تعالیٰ کے نزدیک کسب اور باپ دادون کی بڑائی کے سبب نہین ہوتی بلکہ تقویٰ و پرہیزگاری کے سبب ہوتی ہے حتیٰ کہ صالح مرد اور صالحہ عورات کا کفو بدکار عورات و بدکار مرد سے فقہاء نے ناجائز کہا ہے اگرچہ ایک جانب سے مرد یا عورت مین قومیت کی بڑائی ہو جیسا کہ شرح وقایہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۔ فلیس فاسق کفوا لبنت الصالح - یعنی بدکار آدمی صالح مرد کی بیٹی کا کفو نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی امیر کبیر اور شریف زادہ ہو اور اسکو جذام و آتشک ہو گئی ہو تو چہوٹے سے چہوٹا یعنی ادنیٰ قوم کا آدمی بہی اسکو اپنی بیٹی نہین دیگا۔ اور اس کے ساتہ رشتہ قائم کرنے سے نفرت ظاہر کریگا پہر جس انسان کے اندر کفر و شرک و بدعات کا جذام و کوڑہ موجود ہو بتاؤ اسکی ہمسائی اور اسکی کفو خداوند تعالیٰ کس کے ساتہ ثابت کیا ہے خواہ وہ کوئی شاہزادہ ہی ہو اسکا جواب ہر ایک فہیم و دانشمند و خدا ترس عالم کے پاس یہی ہوگا کہ اسکا رشتہ ابوجہل و ابولہب و فرعون اور اس کے اعوان و انصار سے ثابت ہوگا۔ ع

کفر را کفو ہست بوجہل لعین
کفو اسلام است ختم المرسلین

حاکم اسسٹنٹ ایڈیٹر الحکم

مقدمات کا حال

ہمارے مقدمہ میں جیسا کہ ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے عدالت کی کل کارروائی ختم ہو چکی ہے۔ ۵ ستمبر ۱۹۰۶ کو مجسٹریٹ صاحب نے ۱۵ ستمبر ۱۹۰۶ کو فیصلہ سنانے کے متعلق ارشاد فرمایا تھا۔ اور یہی خبر لاہور کے روزانہ پیسہ اخبار میں شائع ہوئی تھی۔ اس خبر نے ہمارے بعض دور کے احباب کو قدرتی طور پر بہت مشتاق بنا دیا ہے یہانتک کہ ۱۶ ستمبر کی ڈاک میں خطوط کے بعض جوابی تار کے ذریعہ فیصلہ کی خبر مانگی گئی۔ لیکن ہم عام اطلاع کے لئے لکھتے ہیں کہ ہمارے مقدمہ میں جیسا کہ معلوم ہوا ہے یکم اکتوبر ۱۹۰۶ء کو مجسٹریٹ صاحب فیصلہ سنائینگے۔

مقدمہ بنام حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام میں شہادت صفائی گذر رہی ہے امید کیجاتی ہے کہ آج طلبیدہ گواہ ختم ہو جائیں اور پہر وہ گواہ باقی رہیں جو بذریعہ عدالت طلب نہیں ہوئے۔ بلکہ جیسا کہ ابتداءً کہا گیا تہا خود ساتہہ لائے گئے ہیں۔

اس کے بعد تحریری بحث پیش ہوگی۔

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیالکوٹ تشریف بری کا ارادہ فی الحال ملتوی ہو گیا ہے۔ ۵ ستمبر ۱۹۰۶ء سے آجتک مندرجہ ذیل رویا اور الہام ہوئے ہیں۔

۱۔ خواب میں دیکہا کہ کسی نے کہجوریں اور سیب پکے ہوئے پیش کئے ہیں۔

۲۔ نہایت خوشنما برفی ایک ڈبے میں دیکہی۔

۳۔ ایک اسیر کے نظارہ کے بعد الہام ہوا۔ يُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا۔ پہر بیداری ہوئی تو مرزا نظام الدین صاحب کا خط حضرت اقدس کی خدمت میں پہونچا کہ مقدمہ دیوار کے خرچہ کی اجرائے ڈگری والا روپیہ مجہے معاف فرمایا جاوے حضرت نے نہایت فراخدلی اور فیاضی سے معاف فرمایا۔ (یہ ایک عظیم الشان اخلاقی معجزہ ہے جس پر ہم انشاء اللہ کسی دوسرے وقت لکہیں گے (ایڈیٹر) (الہم۔ کوئی کہتا ہے ہماری قسمت آپکے وار)

دارالامان کا ہفتہ

۱۔ اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مع اہل بیت ۱۸ ستمبر ۱۹۰۶ء سے گورداسپور تشریف لیگئے ہیں۔ ۲۔ حضرت حکیم الامت بہی گورداسپور تشریف لے گئے ہوئے ہیں۔ مولانا مولوی عبد الکریم صاحب لاہور و سیالکوٹ تشریف لے گئے تہے پہر گورداسپور حسب الطلب حضرت حاضر ہو گئے تہے مگر پہر واپس تشریف لے گئے۔ مولانا مولوی سید محمد حسن صاحب فاضل امروہی دارالامان میں موجود ہیں آپنے سیرٹھ میں نہایت ہی قابلیت کے ساتہہ مخالفین پر اتمام حجت کیا ہے اور عجیب عجیب فلسفیانہ مضامین اور قرآن کریم کے اسرار و نکات بیان کئے جو عنقریب شائع ہونگے۔ ۳۔ دارالامان میں ہفتہ زیر اشاعت میں خاطر خواہ بارش ہو چکی ہے۔

ضروری اطلاع

۱۰ ستمبر کا الحکم اپنے وقت پر پہنچ چکا تہا مگر اسکے پہلے صفحوں میں جو مضمون درج ہوا ہے اسکی اشاعت فی الحال بعض وجوہات کی بنا پر بے وقت تہی اسلئے وہ صفحہ شائع نہیں کئے باقی کچہہ صفحہ شائع کئے جاتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

بلاغ لقوم عابدین

(از میر مہدی حسین صاحب)

اک شور جو دنیا مین مذاہب کا پڑا ہے
ظاہر ہے ظہورِ احمد مرسل کا ہوا ہے
سانون کی لکھا آتی ہے ای لوگو خبردار
بیدار ہو سوتے کا نہین وقت رہا ہے
مشرق سے چلی آتی ہے وہ باد بہاری
مغرب کی طرف زور سے رخ اوس نے کیا ہے
سب آمد مہدی کے نشان ہو چکے ظاہر
وہ صور سرافیل کھڑا ہو کے رہا ہے
اب حشر ہے لے ظالمہ میدان مین کو
لاہور زمین تبلیغ کا ہنگامہ بپا ہے
کیون سوتے ہو ای بے خبرو جلدی سے جاگو
سورج تو بہت دیر کا دنیا مین چڑھا ہے
جواب بھی نہ جاگیگا وہ بیتابانہ پھیگا
طاعون سے نہ یہ حکم الٰہی سے کہا ہے
مہدی کے سوا کون ہدایت نہین دیگا
اے قوم مسلمان یہ اک غور کی جا ہے
لاہور جو پنجاب کے صوبہ کا ہے مرکز
وہان مہدی ہدایت نہین دے کر گیا ہے
ہان غافلو ہو وقت نہ اب تقویٰ کے کھو او
اب عذر و بہانہ کوئی جائز نہ روا ہے
عیسیٰ جسے کہتے تھے فلک پر وہ نہین ہے
یہ مہدی و عیسیٰ تمہین خالق نے دیا ہے

مطلع

کتنا ہو نہین گر کوئی بُرا مانے تو کیا ہے
اوس عیسیٰ مریم سے مسیحا یہ بڑا ہے
گو شبہ زمانہ میں ہے ولیکن یہ بجا ہے
دنیا کا نظام آج اسی سے ہی ہوا ہے
عصیان کے مریضون کی دوا کرتے ہین عیسیٰ
یہ صدق کی شیشی کے ہی لا لیکو کہا ہے
زندہ کیا مجھ مردہ کی سال کو دم سے
بیمار و اوپر آؤ یہان دست شفا ہے
ای مولوی تم کو خدا جلد سنبھالے
کیا دل سے کسی کو شتر میں ہی خوف خدا ہے
جو مسیح کی وہ پیشین گوئی کا ظلمت ہے
تسلیم کرو اس میں محمد کی رضا ہے
کیا نور تصدق یہ جو دہوپ کے آنے سے اتر
گر دیکھو تو یہ تو دہوپ تھا اندھیرا ہی گر
مرسل کو خدا کے نہ ستاؤ نہ ستاؤ
مرتد جسے کہتے ہو وہ مقبول خدا ہے
بھیجا اسے خالق نے تمہاری ہی عا بر
یہ تو آثر او عیسیٰ مسیح و سنا کے
چلاتے تھے تم جب کیلئے آہ و فغان کے
تم نے یہ اوسی کے تمہین انکار روا ہے

کیا بھول گئے جامی و حالی کہ وہ شعرون
کس درد سے ان دونون نے کی عرض و دعا ہے
جامی کو اگر آپ نے دیکھا نہین صاحب
حالی تو ابھی آپ مین موجود کھڑا ہے
واللہ کہ خون ہوتا ہے پڑھکر جگر اسکو
کس حال سے حالی نے قصیدہ یہ لکھا ہے

خلاصہ قصیدة الغیاثیہ الحالی

اے خاصۂ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس مین وہ آج غریب الغربا ہے
وہ دین ہوئی بزم جہان جس سے چراغان
آج اس کی مجالس مین نہ بتی نہ دیا ہے
جو دین کہ گردون مین نہ تہا جسکا کی
وہ عرضہ تیغ جہلا و سفہا ہے
دیکھے مین یہ دن اپنی ہی غفلت کی بدولت
سچ ہے کہ برے کام کا انجام برا ہے
پیان نکلے مین سو دیکھو در میکدے کو وائے
اور سکہ روان شہر مین مدت سے شہا ہے
ہے دین تراب بہی وہی چشمۂ صافی
دیندارون مین پر آب ہے باقی نہ صفا ہے
گو دین کو جو کہتون نہین ذلت سے ہماری
امت تیری ہر حال مین راضی برضا ہے
ہم نیک مین یا بد ہین پر آخر مین تمہارے
نسبت بہت اچھی ہے اگر حال برا ہے
ڈر ہے کہین یہ نام بھی مٹ جائے نہ آخر
مدت سے اسے دور زمان میٹ رہا ہے
سوتے ہین کہان مولوی الطاف حسین آج
کیا یاد نہین اونکو ری اپنی لکھا ہے
اسلام کی جانب سے وکیل اونکو بنا کر
ہر مولوی و مفتی کی گویا یہ صدا ہے
ہان حالی گستاخ ذرا آنکھ تو کہول
منظور خدا آپکی یہ عرض و دعا ہے
پھر جبکہ یہ الحمد کا ستہ آپ پہ احسان
کیون ذکل قساوت سے تمہین پھر لیا ہے
حالی نے اگر حالت موجودہ یہ لکھا
کیون مرسل یزدان سے منھ موڑ رہا ہے
بازآؤ یہ شعنارِ یہ تکفیر کہان تک
تم جس سے جدا ہوتے ہو وہ ظل خدا ہے
بوجہل کے احوال سے عبرت کرو حاصل
انجام تو معلوم ہے جو اس کا ہوا ہے
طاعون نہ چھوڑے کی کذب جگر کو
آغوش مین آگ اسکے کیا جانا روا ہے
اے اہل جہان آج یہ کیا ڈھنگ نیا ہے
کیون بغض و عداوت یہ ہر اک شخص لگا ہے
صادق کی اگر تم کو نہین طاقت تصدیق
بدگوئی یہ کس نے تمہین مجبور کیا تہا
کیون گالیان دیتا تمہین خوش تا ہر اگر کو
بتلاؤ تصور آپ کا کیا ہمنے کیا ہے
کچھ سوچ کے جانو سیز کرو اپنی نوازش

کس ظلم سے اور قوم مین یہ ظلم ہوا ہے
پچھلون کے فسانے نہین کیا یاد نہین کیا
مغضوب علیہم کا تو کچھ ذکر سنا ہے
پھتہرسی کہیں جاتے ہین جب خوف خدا ہے
اب دیکھو لیا آپ کے سینہ مین دھرا ہے
یہ موج نے لکھا ہے بڑے جوش تعصب
دیکھین کے اثر آپ پہ کیا اسکا ہوا ہے

مذاہب عالم

دیانة الاوسترالتین

یعنی آسٹریلیا والون کے اعتقادات

(ترجمہ از الہلال)

آسٹریلیا بحراوقیانوس مین ایک عظیم الشان جزیرہ ہے جسکی مساحت میں لاکھ مربع میل ہے جبتک پرتگال والون نے ابتدائی سترہوین صدی مین اسکو دریافت نہ کر لیا تہا باقی چارون براعظمون کے باشندون کو اسکی کچھ خبر نہ تہی۔ اس جزیرہ کے باشندے نہایت جاہل و بے تمیز ہین باقی دنیا کے لوگون سے بہت ادنیٰ خیال کئے جاتے ہین جب پہلے پہل یہ جزیرہ دریافت ہوا تو دیکھا گیا کہ اس کے باشندے کسی چیز کو سجدہ نہ کرتے تھے اور نہ لفظ خالق کے معنی سے آشنا تھے لاکن وہ ارواح خبیثہ کے معتقد تھے اور ان کا یہ اعتقاد تہا کہ ارواح خبیثہ رات کو پھرتے ہین اور لوگون کو آسیب پہنچاتے ہین اور منتر ون اور جادو و تعویذ دیا گئے اور جہاڑ پہونک سے شفا ہو جاتی ہے۔ اون کا گمان تہا کہ جادوگر اور جہاڑ پہونک والے لوگ دوسرے آدمیون سے بہت افضل و اعلیٰ ہوتے ہین اور وہ ہوا مین اڑکر آدمیون کی نظرون سے غائب ہو جاتے ہین اور بارش برسانے اور بجلیان گرانے اور ہوائین چلانے پر قادر ہوتے ہین۔

آسٹریلیا کے لوگ خواب کو صحیح سمجھتے ہین اون کا اعتقاد ہے کہ بحالت نیند روح جسم سے الگ ہوکر دوسری ارواح کو ملتی ہے

آسٹریلیا کے بعض قبائل کا اعتقاد ہے کہ عالم کی بعض موجودات خود بخود پیدا ہو گئین اور پھر انہون نے باقی کائنات و موجودات کو پیدا کیا۔ وہ کہتے ہین آسمان مین ایک باپ ہے جسکے ہاتھ مین چند مخلوقات و موجودات کا تصرف ہے اور اس کے تین بیٹے ہین۔ کہتے ہین ایک خوفناک سانپ نے انسانون پر تسلط کیا ہوا ہے اور جملہ فساد و گناہون و بدیون کا وہی باعث ہے

جنوبی آسٹریلیا کے باشندون کا اعتقاد ہے کہ آفتاب و ماہتاب اور سیارے ستارے زندہ اجسام ہین وہ کسی زمانہ مین آباد تھے اور پہر چلے گئے۔ جب کوئی آدمی انمین سے اچانک مرجاوے تو اوسکی موت کو کسی دشمن کے جادو سے منسوب کرتے ہین اور اس دشمن کے ڈھونڈنے کا انہون نے یہ طریقہ مقرر کیا ہے کہ میت کو دفن کرنے کے بعد اوسکی قبر کے گرداگرد خوب جاروب کر دیتے ہین اور مٹی کو ہموار کر دیتے ہین کہ چلنے والے کے قدم اس پر ظاہر دکھائی دین خواہ وہ پیر کوئی کیڑا یا کیڑا ہی چلنے والا ہو پھر پہلے پہل جو حیوان و جانور اس مقام مین چلے اسکی قدم کی رخ کی طرف دشمن کو سمجھتے ہین جس طرف کو جانا ہین تو میت کے قریبی وارث کو مقرر کرتے ہین کہ وہ اس طرف چلا جاوے جب سامنے سے کوئی خیمہ یا گہر آ جائے وہان ٹھہر جاتا ہے اور دشمن وہان گمان کیا جاتا ہے بعض اوقات اسیطرح اون کو کئی سو میل جانا پڑتا ہے

جب وہ اپنے سامنے کے کسی گہر مین جا پہنچتا ہے تو وہان جا ٹھہرتا ہے اور صاحب خانہ مین سے کسی ایک کو ساحر گمان کرتا ہے اور ان کے لئے ایک دعوتی کہانا تیار کرتا ہے جو شخص اوس کہانے مشرق کی طرف ہو اوس کو باشندہ اون جادوگر سمجھکر مار دیتا ہے۔

ان کا یہ اعتقاد بھی ہے کہ جو مردہ دفن نہ کیا جاوے اوسکی روح ارواح خبیثہ مین جا ملتی ہے جو زمین مین بھٹکتے پھرتے ہین۔

بعض اہل آسٹریلیا کا اعتقاد ہے کہ اونکی روحین خلیج سمندر کے جزیرون مین رہتی ہین

جزائر کوینز لینڈ کے بعض لوگون کا اعتقاد ہے کہ مرنے کے بعد اون کے چمڑے سفید ہو جاتے ہین اون کے اس اعتقاد کی اصل یون ہے کہ ابتدا مین جب اون کا کوئی مرجاتا تو اوس کو وہ خود کہا لیتے تھے۔ جب سیاہ فام آدمیون کا چمڑا اتارتے تو چمڑے کے نیچے سے سفید چربی دیکھکر ان کا یہ اعتقاد ہو گیا کہ روحین سفید ہین ان کے اس اعتقاد والی کی یہ بات بھی موید ہوئی کہ جب انہون نے اول دفعہ سفیدی دیکھی تو اس کو انہون نے اپنے گذشتہ مرے ہوئے مردون کی روحین گمان کر لیا مشہور ہے کہ کسی نے ذکر کیا ہے کہ ایک عورت جسکا بیٹا جنگ مین مارا گیا ہے مجھے اوس کا بیٹا کا روح گمان کر کے سخت روئے اور پکار اٹھے ہان ہان یہی تو میرا بیٹا ہے۔ آسٹریلیا والون کے نزدیک ماتم کیلئے طریقے ہین۔ جب کوئی رئیس و حاکم مرجاتا تو اسکی لاش کو کسی درخت پر رکھکر جلا دیتے ہین اکثر بیوہ عورتین اپنے سر منڈوا لیتی ہین ان کے ماتم کا رنگ سفید مقرر ہے۔ جب اون کا کوئی آدمی مرجاوے یا گم ہو جاوے تو سفید پٹی ماتمی نشان کرکے پہنتے ہین ان بعضون کا اعتقاد ہے کہ مرنے کے بعد روح زندہ ہوتا ہے مین اور وہ اکیلے بھٹکتے پھرتے ہین کسی دوسرے جسم مین داخل ہو جاتی ہے اہل آسٹریلیا دوسری حالت کو افضل سمجھتے ہین اس لئے کسی خویش و قریبی کے مرنے سے بہت گریہ و زاری مین رہتے ہین کہ مبادا اسکی روح

کہین اکیلی بھٹکتی نہ پھرتی ہو اور کبھی یہ آرزو ہو کر وہ کسی جسم مین داخل ہو بعضون کا یہ اعتقاد ہے کہ مرنے کے بعد روحین آسمان کے بلند مقامات مین چڑھ جاتے ہین اور اپنی اجسام کو کبھی کبھی دیکھنے کو آتے ہین

مختصر نوٹ اور نکات

اسلام کیا چیز ہے؟ اسلام ایک آگ ہے جو ہماری سفلی زندگی کو بھسم کرکے اور ہمارے باطل معبودوں کو جلا کر سچے اور پاک معبود کے آگے ہماری جان اور ہمارا مال اور ہماری آبرو کی قربانی پیش کرتی ہے ایسے چشمہ میں داخل ہوکر ہم ایک نئی زندگی کا پانی پیتے ہیں اور ہماری تمام روحانی قوتیں خدا تعالیٰ سے یوں پیوند پکڑتی ہیں جیسا کہ ایک رشتہ دوسرے رشتہ سے پیوند کیا جاتا ہے۔ بجلی کی آگ کی طرح ایک آگ ہمارے اندر سے نکلتی ہے اور ایک آگ اوپر سے ہم پر اترتی ہے ان دونوں شعلوں کے ملنے سے ہمارے تمام جذبات ہوس اور غیر اللہ کی محبت بھسم ہو جاتی ہے اور ہم اپنی پہلی زندگی سے مر جاتے ہیں اس حالت کا نام قرآن شریف کے رو سے اسلام ہے

اسلام انسان کے نفسانی جذبات پر موت وارد کرتا ہے اور سفلی زندگی سے اسے نکال دیتا ہے۔ پھر روحانی زندگی کیلئے اس موت کے بعد جو شربت دیا جاتا ہے وہ دعا فاتحہ کا شربت ہے۔ گویا خدا تعالیٰ کے ساتھ روحانی اور کامل تعلق پیدا ہونے کا ذریعہ جو قرآن شریف نے ہمیں سکھلایا ہے اسلام اور دعا فاتحہ ہے۔ یعنے اول اپنی تمام زندگی خدا کی راہ میں وقف کر دینا اور پھر اس دعا میں لگے رہنا جو سورۃ فاتحہ میں مسلمانوں کو سکھائی گئی ہے تمام اسلام کا مغز یہ دونوں چیزیں ہیں۔ اسلام اور دعا فاتحہ۔ دنیا میں خدا تک پہونچنے اور حقیقی نجات کا پانی پینے کیلئے یہی ایک اعلیٰ ذریعہ ہے جو قانون قدرت نے انسان کی اعلیٰ ترقی اور وصال الٰہی کیلئے مقرر کیا ہے۔

تبادلہ

چکڑالوی بدعت کی قلعی الحکم کی بعض اشاعتوں میں کھولی گئی تھی جس پر خود اس کا ماہواری آرگن بھی بے سروپا مضمون لکھتا رہا مگر اب چکڑالوی اور اس کے حاشیہ نشینوں کو خیال پیدا ہوا ہے کہ غیر از قرآن دیکھنا حرام ہے۔ اس لئے وہ آئندہ الحکم سے تبادلہ نہیں کر سکتے کیونکہ الحکم بھی غیر از قرآن ہے اس انکار کا مفہوم ہے جو چکڑالوی کے اشتہار میں مدرو کی تبادلہ کیلئے موصول ہوا کہ ہم نے تو پہلے ہی چکڑالوی ہی کی درخواست پر تبادلہ جاری کیا تھا اور اب بڑی خوشی سے بند کرتے ہیں لیکن ناظرین کی دلچسپی کیلئے کسی اگلی اشاعت میں وہ خطوط ضرور چھاپ دینگے

تاکہ اصلی حقیقت کھل جاوے۔ اور اس کے ساتھ ہی ہم نے چکڑالوی سے جو بالمشافہ گفتگو کی ہے وہ بھی درج کرینگے۔

کفارہ اور فطرت

فطرت انسانی کبھی اس بات کو روا نہیں رکھتی کہ ایک کے گناہ دوسرے پر لاد دیے جاویں اور نہ خدا تعالیٰ کی فعلی کتاب میں اس کی کوئی نظیر ملتی ہے جس شخص کے پیٹ میں درد ہو دوسرے کے دوا کھانے سے وہ اچھا نہیں ہو سکتا۔ اور کبھی نہیں دیکھا گیا کہ زید کے سر میں درد ہوا اور خالد نے اپنے سر میں پتھر مارا ہو اور زید تندرست ہو گیا ہو عیسائیوں نے اس عقیدہ کی تراش میں اپنی جان ہی پر ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی پاک ذات پر بھی خطرناک حملہ کیا ہے کہ (معاذ اللہ) وہ لوگوں کو گناہ کے زہر سے مرتا ہوا دیکھ کر ان کے لئے کوئی تریاق تو پیدا نہ کرسکا اس کا علاج اگر سوچا تو یہی سوچا کہ آپ ہی اپنا بیٹا بن کر صلیب پر ایلی ایلی لما سبقتانی کہتا ہوا لٹک گیا (تعالیٰ شانہ)

وید کا ام الفنون ہونا پیپر لطیفہ

اکثر آریہ داعظوں اور دوسرے آریوں کے منہ سے سنا ہے کہ وید کی زبان ام الالسنہ ہے اور وید ام الفنون ہے ہرچند ان کا یہ دعویٰ کبھی عملی رنگ میں دنیا کے سامنے اس روشنی اور ایجاد کے زمانہ میں پیش نہیں ہوا لیکن تو بھی آرین لٹریچر میں یہ دعویٰ کیا ضرور جاتا ہے ہم نے اس دعوی پر بہت غور کیا ہے اور یہ معما حل نہیں ہوتا کہ جس حال میں وید ام الفنون ہے تو کیا وجہ ہے؟ کہ حضرات آریہ چپ چاپ بیٹھے ہوئے ہیں کیوں وہ ان نئی کلوں اور ایجادوں کو پیش نہیں کرتے جو انہوں نے وید مقدس کی بدولت کی ہیں۔ یا ان فنون اور ایجادات کا اصول سوقت تک معلوم ہی نہیں ہوتا جبتک یورپ یا امریکہ کے کسی موجد کی ایجاد منتشر ہوکر مشتہر نہ ہو جاوے؟

ایک اور تعجب کی بات یہ ہے کہ آرین الہیات کے موافق اب دنیا میں کسی پر الہام تو ہوتا ہی نہیں اور وید ام الفنون ہیں اور یہ ثابت شدہ صداقت ہے کہ ایجادات یورپ اور امریکہ میں ہو رہی ہیں تو کیا ماننا پڑے گا کہ ایڈیسن وغیرہ موجدوں پر وید کا الہام ہو رہا ہے؟

پھر

ایک اور امر بھی قابل استفسار ہے کہ کیا وید دان کا کوئی بھی عالم موجود ہے یا نہیں اور خود پنڈت دیانند بھی اس کے عالم تھے یا نہیں؟ اگر کوئی عالم ہے تو اُس نے ایجادات وید سے نکال کر دنیا کے سامنے پیش کی ہیں انکی ایک فہرست پیش کرنی چاہیے۔ اگر کوئی نہیں تو پھر یہ دعوے تو کہ بشیر نے خرم کا مصداق ہو

جنگ کی مخالفت

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

نمازوں۔ مذہبی وعظوں۔ جلسوں۔ تصویروں اور اخبارات کی تحریروں وغیرہ سے پاگل ہوکر دیکھو کیا آدمی جنگی وردی قابل دید ہے اور قسم قسم کی جانستان اسلحہ سے مسلح ہیں۔ اپنے والدین بیوی بچوں۔ کو روتے دھوتے چھوڑ کر ایسے اجنبی مقامات پر جا رہے ہیں۔ جہاں کس نہایت بے رحمی اور سنگدلی سے ان لوگوں کے سر قلم کرین جن کے ساتھ نہ تو پہلے ان کی صورت آشنائی ہی ہے۔ اور نہ ہی ان بیچاروں نے ان کا کوئی گناہ کیا ہے۔ ان کے پیچھے ایسے ڈاکٹر اور نرسیں لگی ہوئی ہیں جو اپنے خیال میں اپنے شہروں میں تو سادہ۔ امن پسند اور محنتی لوگوں کی خدمت نہیں کر سکتیں۔ مگر صرف ان کے کام آسکتی ہیں جو ایک دوسرے کو ہلاک کرنے میں مصروف ہیں اور جو لوگ پیچھے گھروں میں ہیں۔ وہ میدان معرکہ اور رزمگاہوں کی خبریں سنکر بڑے خوش ہوتے ہیں اور جب ان کے کانوں میں آواز پڑتی ہے کہ فلاں معرکہ میں بیشمار جانیں تہ تیغ کیے گئے ہیں تو اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ جس کا نام انہوں نے خدا رکھا ہوا ہے یہ سب کچھ ان کی علو ہمتی کا اظہار سمجھا جاتا ہے اور جو لوگ اس بارہ میں ان کے ہمصفیر نہ ہوں یا ان کو غلطی سے واقف کرنے کی جرات کریں یہ انہیں ملک کے غدار اور بیوفا سمجھتے ہیں۔ اور جو پچھلے روسیوں کے ہاتھوں سے ان کو جان کے لالے پڑ جاتے ہیں

باب سوم

گویا یہ وہی بات ہوئی کہ والٹیر۔ مونٹسکیو۔ پسکل۔ سوفٹ۔ کانٹ۔ اوسپینوزا یا صدہا دیگر مصنف اس دنیا کے سطح پر کبھی پیدا ہی نہیں ہوئے جنہوں نے اپنی زبردست تحریروں سے جنگ کو لغو اور خلل دماغ کا نتیجہ ثابت کیا ہے اور دنیا کے سامنے اس کے ظلموں بداخلاقیوں اور وحشت کا خاکہ کھینچکر رکھدیا ہے۔

اس وقت جو کچھ ہمارے چاروں طرف ظہور میں آرہا ہے۔ جب ہم اسکی طرف نگاہ کرتے ہیں جو تمام خوف دینے پر بھی جو ہماری خطرہ آمیز نظر آرہا ہے وہ یہ ہے کہ انسان کی عقل کیسی نحیف اور کمزور ہو گئی ہے۔

وہی خاصیت جو انسان کو حیوانوں کے درجہ سے نکال کر اعلیٰ و برتر کرتی ہے (یعنی عقل) وہی نکمی اور زائل ہو گئی ہے۔ نہیں بلکہ شوریدہ پشت ہو گئی ہے جسطرح کہ لگام گھوڑے کے سر سے نکلکر اس کی ٹانگوں میں پھنس جانے سے اسکی رفتار کو روک دیتی ہے اور اس کو دیوانہ کر دیتی ہے۔

اسیطرح آجکل انسانوں کو خلل دماغ ہو گیا ہے۔ یہ تو سمجھ میں آسکتا ہے کہ ایک بت پرست جو خواہ یونانی یا روسی نسل سے ہو یا برائے نام عیسائی ہو جس کو انجیل کی تو مطلق خبر نہ ہو مگر دین عیسوی کی ہدایات پر اندھا دھند عمل کرتا ہو۔ یہ صرف لڑائی ہی نہیں کر سکتا بلکہ لڑائی کے کارناموں پر فخر کر سکتا ہے۔ لیکن دین عیسوی کا سچا معتقد جو برادرانہ محبت کی خوبیوں سے خوب واقف ہوا اور ہمارے زمانے کے کتب فلسفہ اور صنعت و حرفت سے بہرہ یاب ہو کسطرح اپنے کندھوں پر بندوق اٹھا کر یا توپ کے پاس کھڑا ہوکر بنی نوع انسان کے ہجوم کی طرف ہلاک کرنے کی نیت سے نشانہ کر سکتا ہے۔؟

ابی سینیا کے حبشیوں اور روسیوں اور یونانی لوگوں کو تو یہ ترغیب دیجا سکتی ہے کہ یہ اپنی گورنمنٹ کے سلاف لڑائی میں شریک ہوں اور اس کو کار ثواب خیال کریں لیکن ہم چاہتے ہوں یا نہ چاہتے ہوں پھر بھی عیسائی کہلاتے ہیں اور دین عیسوی کی لتب کی خواہ کچھ ہی تاویل کیجائے پھر بھی اس کا عام اصول ہمیں ایک معراج بخشتا ہے جس سے ہم جنگ کی لغویت اور اس کے مظالم کو محسوس کرنے کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اور خوب معلوم کر سکتے ہیں کہ یہ بالکل اس کے مخل ہے۔ جو کچھ کہ ہمارے نزدیک سعادتمندی اور راستبازی میں داخل ہے۔ لہذا جو کچھ جنگ کے حامیوں نے کیا ہے وہی ہم یقین استقلال اور امن سے نہیں کر سکتے ہمارے جرم کا خیال ضرور ہمارے دل میں جاگے گا اور قاتل کے سے فیلنگ ہمارے دماغ میں گذرینگے جو شخص ہلاکت کا کام شروع کرکے اپنے قصور کو اپنی روح پر منقوش کرتا ہے۔ اپنے آپ کو خارج از عقل یا جوشیلا بناتا ہے اور اپنے خطرناک مذموم فعل کو اچھی طرح مکمل کر سکتا ہے۔ اسوقت روسی سوسائٹی کے اعلیٰ مدارج کے دماغوں میں جو غیر معمولی اور پاگلانہ خیال سمائے ہوئے ہیں یہ محض اس کام کی معصیت کے علم کا اظہار کر رہے ہیں جو اندنوں سرزد ہو رہا ہے اس مضمون کی متکبرانہ اور عامیانہ سمجھیں کہ شہنشاہ کی اور ملک کی پرستش ثواب میں داخل ہے اور اس کے واسطے اپنی جانیں نثار کرنے کیلئے تیار رہنا چاہیے (یا دوسرے الفاظ میں اپنی جانیں نہیں بلکہ دوسروں کی جانیں نثار کرنے کیلئے) اور ان کے املاک کی سینہ سپر ہوکر حفاظت کرنا چاہیے جو دوسروں کیلئے غصب کئے گئے ہیں۔ علاوہ اس کے تمام مشنوں اور کیمپوں کی تیاری اور جنگی بیڑے اور ریڈکراس کی امداد جو گورنمنٹ کی نذر کیا گیا ہے (اور یہ اپنی رعایا سے اسقدر روپیہ جمع کر سکتی ہے جسقدر کہ اسکی مرضی ہو) جس گورنمنٹ کا فرض ہے کہ جنگ کا اعلان کرنے کے بعد ضروری جنگی بیڑا تیار کرے اور مجروحوں کی خبرگیری کے وسائل بہم پہونچائے۔ یہ تمام کفر کی نمازیں جنگی خبریں قصبات اور دیہات سے اخبارات کے پاس

بھیجی جاتی ہیں۔ اور یہ تمام جلوس جو قوم کی مسرت و انبساط کیواسطے نکالے جاتے ہیں۔ اور اخبارات کو خوف دلاتا جس سے علی العموم مشہور ہو نیکا کوئی اندیشہ نہیں کیا جاتا۔ اور تمام احمقانہ اور وحشیانہ خیالات جو روسی سوسائیٹی کے مغز میں سما گئے ہیں۔ اور بتدریج لوگون میں بھی پھیلائے جاتے ہیں۔ یہ سب اسی خطرناک فعل کے ظہور کا اظہار کر رہے جو ہندوؤن سے سرزد ہو رہا ہے۔

آزاد اور بے لاگ خیال لوگون کو خوب جتا رہی ہے کہ جو کچھہ یہ کر رہے ہیں ہرگز نہین کرنا چاہئے لیکن جس قاتل نے قتل عام شروع کر دی ہے اب وہ اسکو بند نہین کر سکتا۔ پس روسیون کا خیال ہے کہ جس خونریزی کی بنیاد ڈالی گئی ہے یہ جنگ کی تائید کیواسطے ناقابل تردید دلیل ہے۔ پس جو جنگ چھڑ گئی ہے۔ اب بند نہین ہو سکتی ہمارے زمانہ کے بہت تعلیم یافتہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ انسان اپنی مرضی کا مالک نہین لہذا اگر یہ انکی سمجھہ مین بھی آ جائے کہ جو کام اس نے شروع کیا ہے وہ سرا پا بدی سے مملو ہے۔ پھر بھی اس کے کرنے سے باز نہین رہ سکتا۔ پس اسطرح وحشی پاگل ہندو ہمیشہ لاگت کا کام کئے چلے جاتے ہیں۔

باب چہارم

کسی سپاہی یا ان کشن افسر سے جو اپنے بوڑھے والدین بیوی اور بچون کو چھوڑ کر میدان کارزار مین گیا ہو پوچھو کہ کیون اُن لوگون کو قتل کرنے کیواسطے مستعد اور کمربستہ ہو رہا ہے جن کی اس نے کبھی شکل بھی نہین دیکھی۔ یہ پہلے تو آپ کے اس سوال سے حیران ہو گا۔ کیونکہ یہ سپاہی ہے اور اس لئے اپنی حلف کا پابند ہے اور اپنے کمانڈرون کے احکام بجا لانے کو مجبور ہے اور پھر جب آپ اس کو بتاؤ گے کہ جنگ یعنی بنی نوع انسان کا قتل کرنا احکام انجیل کے خلاف ہے چنانچہ مقدس نوشتون مین لکھا ہے تو کسی کو ہلاک مت کر“ تو یہ فوراً اس کا جواب دیگا کہ ”اگر ہمارے لوگون پر حملہ کیا گیا ہو تو پھر کیا کرنا چاہئیے؟ بادشاہ کی خاطر اور دین کیواسطے جنگ کرنا عین ثواب ہے“ (چنانچہ ایک شخص نے میرے سوال کا جواب دیا۔ کہ ”اگر کوئی شخص اسپر حملہ کرے جو کچھہ ہمارے نزدیک مقدس ہے تو پھر کیا کیا جائے؟“ مینے پوچھا کہ ”اس سے تمہارا کیا مطلب ہے؟“ اس نے کہا کہ ”جھنڈے پر حملہ“ آپ اس سپاہی کے دل پر منقوش کرین کہ خدا کا حکم صرف جھنڈے سے ہی بہت ضروری نہین بلکہ دنیا مین ہر ایک شے سے اعلٰے و برتر ہے تو پھر یا تو یہ خاموش ہو جائے گا یا خفا ہو کر حکام کے پاس رپورٹ کرےگا۔

پھر کسی جنرل سے پوچھو کہ وہ میدان جنگ مین کیون جاتا ہے تو یہ آپ کو صاف کہیگا کہ مین جنگی آدمی ہون جنگی و بالی ملک کی حفاظت کیواسطے بہت ضرورت ہے کہ تاآلت ۳ عیسائی قانون کے خلاف ہونا اس کو ذرہ بھی نہین کھٹکتا۔ پس یہ قانون کا تصور نہین بلکہ قانون کی ترمیم کا سقم ہے جس سے یہ لوگ واقف کئے گئے ہین اور سیاسی حیثیت مین یہ ہمیشہ یہی کہیگا کہ ”اسموقع پر جبکہ آبائی ملک پر افتاد پڑی ہوئی ہے بحث کرنے کا وقت نہین بلکہ کام کرنے کا ہے۔“

پھر ڈپلومیٹسٹ لوگون سے پوچھئے کہ کیون یہ مکاید و تدبیرے جنگ کو بھڑکاتے ہین؟ تو یہ فوراً جواب دینگے کہ یہ دراصل اپنی مستعدی کے اظہار سے قومون مین امن قائم رکھنا چاہتے ہین اور یہ مدعا خالی مشورون سے ہرگز نہین حاصل بلکہ ڈپلومیٹک کارروائی یا جنگ کیلئے ہمیشہ تیار رہنے سے حاصل ہو سکتا ہے جسطرح کہ ملٹری اشخاص اپنی کارروائیون کے متعلق سوال کرنے کے بجائے کوئی عام سوال پیش کر دیتے ہین اسطرح ڈپلومیٹسٹ لوگ بھی روس کے مفاد کا یا دیگر بادشاہون کی میشد ستیون یا یورپ مین طاقت کی میزان کا تذکرہ کر دیتے ہین اور اپنے افعال اور اعمال کو چھپا جاتے ہین۔

پھر اخبار نویسون سے پوچھئے کہ یہ کیون اپنی تحریرون سے لوگون کو جنگ کی ترغیب و تحریص دلاتے ہین تو ان کے پاس سوا اس کے کوئی جواب نہین ہوگا کہ جنگ بالعموم ضروری اور مفید ہے بالخصوص موجودہ جنگ اور اسکی تائید کیواسطے جھوٹی منطق چھانٹنا شروع کر دینگے اور جنگی آدمی اور ڈپلومیٹسٹ کیطرح غیر متعلقہ سوال سوال چھیڑ دینگے۔ یا قوم۔ ملک یا تہذیب اور یورپینون کے عام فائدہ کا رونا شروع کر دینگے۔ اگر آخر مین قائل کرنے سے یہ مان بھی جائین گے کہ جنگ کرنا اچھا نہین تاہم اس بات پر مصر ہونگے کہ اسوقت جنگ کا بند کرنا ناممکن ہے۔ کیونکہ انکو بحیثیت روسی اپنی اعلٰی اور برتر پوزیشن۔ لوکل سلف گورنمنٹ ڈاکٹرون اور ڈگر اس کی عزت کا خیال ہے ۔ سپاہی بحیثیت مجموعی یہ بحث کرنیکا موقع نہین بلکہ کام کرنے کا ہے۔ یہی زار کا جواب ہوگا جو اس تمام کارروائی کا ذمہ وار ہے۔ اسکو بھی سپاہی کیطرح اس سوال سے حیرت ہوگی کہ آیا اب جنگ ضروری ہے؟ کہ جنگ کو بند کرنے کا ایماء شاق گذرے گا اور کہے گا کہ اب اس بات سے گریز نہین ہو سکتا جبکہ تمام قوم متقاضی ہے اور گو یہ دل سے جنگ کو مذموم خیال کرتا ہو اور سلطنت عالم سے اس کا نام مٹانے کیواسطے زمین و آسمان کے قلابے ملانے کو تیار ہو تاہم موجودہ حالات مین نہ تو اس کا اعلان کرنے سے گریز کر سکتا ہے اور نہ اسکی اجرا کو روک سکتا ہے کیونکہ یہ روس کی عظمت اور شان و شوکت کیواسطے ضروری ہے انہین سے ہر ایک شخص سے جب یہ سوال دریافت کیا جائیگا۔ تم جس حال مین اپنے آپ کو قانون عیسوی کا پابند کہتے ہو اور یہ وہ قانون ہے جس سے صرف یہ دوسری کو قتل کرنے ہی کی ممانعت نہین بلکہ ان کے ساتھہ برادرانہ پیار کرنیکا حکم ہے تو کیون تم لوٹ مار اور ہلاکت کیواسطے جنگ مین شریک ہوتے ہو تو یہ ہمیشہ یہی جواب دیگا کہ مین اپنے آبائی ملک۔ ایمان۔ حلف عزت۔ تہذیب یا تمام انسانی ذات کی آئندہ بہبودی کیواسطے جنگ مین شریک ہوتا ہون۔ الغرض یہ لوگ ہمیشہ جنگ کی تیاریون مین یا اس کے متعلق بحث و مباحثون مین مشغول رہتے ہین۔ اور جو کچھہ وقت ان کامون سے بچتا ہے وہ آرام کرنے مین بسر کرتے ہین اور اسطرح ان کو اپنی زندگی کی بابت سوچنے اور بحث کرنے کیواسطے کوئی وقت نہین ملتا۔ (باقی آئندہ) (ارمن)

مادر مہربان

عربی اخبار ہمعصر ثمرات الفنون۔ بیروت کے سابقہ نمبرون مین کسی نامہ نگار نے تعلیم و تربیت کے بارے مین ایک مضمون شائع کرایا ہے جس کا ترجمہ ہم ناظرین الحکم کیلئے چھاپ دیتے ہین۔

وہ عورت جو بیش قیمت الماس و جواہرات و زیورات سے مزین اور عمدہ و اعلٰی لباسون مین ملبوس ہو اور اس کے گرد و اگرد خادمہ و سہیلیان ہر وقت موجود رہتی ہون اور وہ جلال و بزرگی کے تخت پر ہر وقت متمکن ہو اور جملہ مخلوقات اس کے حکم کے ماتحت ہو۔ کیا وہ مادر مہربان ہو سکتی ہے۔

جو عورت اکثر اوقات اپنی سہیلیون وغیرہ کی زیارت و ملاقات ہی مین صرف کرے جو چغلی غیبت۔ اس کا اکثر کام ہو اور بیہودہ و لاطائل کلامون و کامون مین پڑنا اس کا مشغلہ ہو۔ کیا وہ مادر مہربان ہو سکتی ہے۔

جو عورت اپنے بچون کو گالیان دے اور ان کو مارے دھکے اور ان کے لئے موت و ہلاکت و امراض و بلاؤن کی آرزو کرے اور انکو بدلہ و انتقام لینے کی غرض سے جھڑکیان دے۔ کیا وہ مادر مہربان کہلا سکتی ہے۔

جو عورت اپنے بچون مین گھبراہٹ و غرور و بیکاری کا بیج بوئے اور ان کو اپنا برا نمونہ دکھلائے کیا وہ مادر مہربان ہو سکتی ہے۔

جو عورت دولتمند و غنی ہو کر دنیا سے پیار و محبت مین بخل بے شمار رکھتی ہو اور فقرا و مساکین کو ٹھکے اور نرمی و رحم و رافت سے اغماض و کنارہ کشی کرے اور اگر مفلس و تنگدست ہو تو کام کرنے سے دل چرائے اور اپنی اور اپنے کنبے کی پرورش کیلئے دوسرون کے پاس جا کر دست سوال پھیلائے کیا وہ مادر مہربان ہو سکتی ہے۔

جو عورت اپنی اولاد کے منہ و لباس گندہ و میلا ہونے کے باعث اون کی طرف نظر بھی نہ کرے اور انکی سختی و درشتی کلام اور انکی خباثت و غصہ کے باعث نہ انکی بات سنے اور نہ انکو اپنے پاس بیٹھنے دے کیا وہ مادر مہربان ہو سکتی ہے۔

مادر مہربان وہ ہو سکتی ہے جو سب امور سے پہلے اپنی واجبات دینی ادا کرے اور عام و خواص کے نزدیک اپنی عادات و سیرت کو درست رکھنے کا بہت اہتمام کرتی ہو۔ مادر مہربان وہی ہو سکتی ہے جو عقل و دانائی سے اپنے بچون کے دلونمین اخلاق فاضلہ و اوصاف حمیدہ مرکوز و منقش کرے اور انکو اپنا پاک نمونہ دکھلائے پھر ان کی زبان پر کلمات تمجید و تسبیح جاری و ساری کرا دے فرمیا عبادات ایزدی کی انکو مشق کرائے۔ اور حتی الامکان اخلاق رذیلہ و عادات ردیہ سے انکو محفوظ رکھنے کی کوشش کرے۔

فرض کرو کہ ایک کنبہ ہو جسمین ایک باپ ایک ماں اور چار بیٹے ہون جن کا گھر شہر کے کسی کونہ مین گلون و بیلے و درخت کی شاخون وغیرہ سے بشکل چھپا ہو۔ اس کے ایک کونہ مین ایک عورت صاف لباس پہنے ہوئے بیٹھی ہو جس کے چہرہ سے وقار و متانت ٹپکتی ہو اور وہ اپنے وطن کا کوئی کپڑا سی رہی ہو اپنے زانوؤن کے سہارے اپنے ننھے بچے کو لٹا رکھا ہو اور اس کو شیرین آواز سے سلا رہی ہو۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کے دو بیٹے مدرسہ سے آ کر گھر مین داخل ہون اور ان کے چہرون پر حشمت و مہابت کے آثار موجود ہون اور بڑے وقار و خضوع سے والدہ کو آ کر سلام کرین اور اس کے ماتھے کو چوم کر باادب بیٹھ جاوین اور اپنی والدہ کے حکم کے منتظر ہون کہ وہ اسکی تعمیل کرین۔

ایسے بچون مین نزاہت و طہارت و پاکیزگی کے آثار ضرور پاؤ گے جو انکی مادر مہربان نے ذریعہ ان کے دلونمین مرکوز و منقوش ہوئے ہین۔ اس کے بعد وہ اپنے بچون سے پوچھتی ہے کہ آج کے دن جو بات تم نے سنی ہے وہ سناؤ وہ پھر وہ صاف اور واضح طور سے اپنی والدہ کے آگے بیان کر دینے مین تھوڑی دیر کے بعد باپ گھر داخل ہوتا ہے اور اس کے دو بڑے بیٹے بھی ساتھہ ہین جو کام کاج کر کے تھکے ماندے ہو کر گھر پہنچے ہین جونہی وہ گھر پہنچتے ہین وہ بڑی بشاشت و کشادہ روئی و تبسم کو پیش آتی ہے جس سے انکو سارے دن کی محنت و کوفت بھول جاتی ہے اور رات کی روٹی جو کچھہ میسر ہو بڑی محبت و الفت و اتفاق سے سب اکٹھے ملکر تناول کرتے اور رازق مطلق کا شکر بجا لاتے ہین اسوقت انسانیت پکارتی ہے کہ مین جس چیز کو ڈھونڈتی تھی پا لیا ان مین اپنی گم شدہ چیز کو پا لیا۔ یہی وہ مادر مہربان و ام صالحہ جو حقیر و غریب گھر مین ہے اور اس مین صفات و اعمال مطلوبہ موجود ہین خوشخبری ہو اس گھر کو جسمین ایسی مادر مہربان و ام صالحہ موجود ہو۔

مذہبی دنیا پر نظر

ہندوستان میں آج کل نت نئی مذہبی سوسائٹیاں جنم لے رہی ہیں۔ اور ابھی سوسائٹی جنم ہی لیتی ہے۔ کہ انکے فرقے در فرقے پیدا ہونے لگ جاتے ہیں۔ اور پھر ان کا باہمی جائداد وغیرہ کی نسبت جھگڑا پیدا ہوتا ہے۔ پرانے مٹھ وغیرہ کے متعلق بھی آئے دن مقدمات دیوانی عدالتوں میں دائر ہوتے رہتے ہیں۔ ان سب کی راہبری کے لئے کام دینے اور آئندہ کے جھگڑوں سے چھڑانے کے لئے سکاٹلنڈ کی عیسائی پریسبیٹرین چرچ کے متعلق ایک پادری کی تقریر پر اس جگہ کے عیسائیوں نے اپنا نامنظور کرنے کا استحقاق جتلایا۔ جس میں پارلیمنٹ کے ہاؤس آف لارڈز نے قرار دیا۔ کہ عام عیسائیوں کو ایسے انکار کا کوئی حق نہیں ہے۔ اسپر ۴۹۶ پادریوں اور پرافیسرون نے اپنے مالی حقوق محض اپنے آقا کی آواز کے مطابق چلنے کی خاطر چھوڑ دئے۔ اور تقریباً پندرہ روپیہ سالانہ کی آمدنی کو جواب دیدیا۔ ان لوگوں نے علیحدگی اختیار کرکے بڑے جوش سے کام کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ انکی قائم کردہ "فری چرچ سکاٹلنڈ" میں پچاس برسوں کے اندر ہی ۱۲۶۸ پادری ہو گئے۔ جن کے ممبران کی تعداد چار لاکھ سے زیادہ ہو گئی۔ اور جن کے پیروان کی تعداد پندرہ لاکھ سے کم نہیں سمجھی جاتی انکے پاس ۱۰۶۹ گرجا گھر اور اسکے مطابق سامان بھی اکٹھا ہو گیا۔ جب انہوں نے اسقدر ترقی پکڑی تو یونائی "پریسبیٹرین چرچ" نے ان کو پھر سے اکٹھے ہو جانے کے لئے متحرک کیا۔ اس پر بڑی بھاری کونسل ہوئی۔ اور ۳۰ر اکتوبر ۱۹۰۰ء کو کثرت رائے سے فیصلہ ہوا۔ کہ "فری چرچ" اور "یونائٹڈ پریسبیٹرین"۔ دونوں آپس میں ملجاویں۔ فری چرچ کے عام جلسہ میں ۶۴۳ رائیں ملنے کے حق میں تھیں۔ اور ۲۷ رائیں برخلاف تھیں۔ دوسرے دن سائینڈ کی اتفاق رائے سے یونائٹڈ فری چرچ ایک عام جلسہ میں بنائی گئی۔ جسمیں چھ ہزار آدمی جمع تھے۔ قلت رائے نے کثرت سے علیحدگی اختیار کرکے نہ صرف اپنی آرگینزیشن ہی علیحدہ بنالی۔ بلکہ اپنے چرچ کی کل جائداد کے قبضہ کا دعوے کیا۔ جو بوقت انکی علیحدگی کے موجود تھی سکاٹ لنڈ کی ماتحت عدالتوں میں برابر فیصلہ کثرت رائے کے حق میں ہوتا رہا۔ لیکن جب خاتمہ پر مقدمہ برٹش ہاؤس آف لارڈز میں گیا۔ قبل مقدمہ کے بحث شروع ہونے کے کثرت رائے کیطرف سے راضی نامہ کا سوال پیش کیا گیا۔ اور علاوہ ساڑھے سات لاکھ روپیہ کے بہت سے گرجا کے مکان بھی پیش کئے گئے۔ لیکن قلت رائے والوں نے اس کو ایک اصول مذہبی کا سوال قرار دیکر راضی نامہ کرنے سے انکار کیا۔ آخر کار بحث شروع ہوئی۔ اور ۸ دنوں تک برابر جاری رہی اور ہاؤس آف لارڈز نے فیصلہ یہ دیا۔ کہ چونکہ "فری چرچ" کے جلسہ عام کو مذہبی عقائید کی نسبت نئے قواعد بنانے کا اختیار نہیں تھا۔ اور چونکہ انہوں نے ایسا کیا۔ اسلئے کل جائداد وغیرہ ان کو ملنی چاہیئے۔ جو کہ ان کی عقاید پر اب تک قائم ہیں۔ جنکی بنا پر کہ ۱۸۴۳ء میں اہل اول "فری چرچ" "پریسبیٹرین چرچ" سے علیحدہ ہوکر قائم ہوئی تھی۔ گو بعض انگریزی اخباروں کی رائے اس فیصلہ کے برخلاف نظر آتی ہے۔ تاہم میری رائے میں یہ فیصلہ بالکل ان اصولوں کے مطابق ہوا ہے۔ جو کہ ایک مذہبی تحریک کے محرک ہوا کرتے ہیں۔ کسی مذہب کے کام میں کوئی بھی آدمی اسلئے دان یا چندہ نہیں دیتا۔ کہ وہ کثرت رائے کے مطابق خرچ ہوگا۔ بلکہ وہ محض اس خیال سے دیتا ہے۔ کہ فلان فلان عقائید کے پھیلانے میں یہ روپیہ مدد دیگا۔ اسلئے انصاف تو چاہتا ہے۔ کہ اگر کثرت کی رائے اصل عقائد سے انحراف کر جاوے۔ تو جو جائداد یا دھن کہیں خاص عقائید کے پھیلانے کیلئے جمع کیا گیا ہے۔ وہ انہیں کے پھیلانے میں خرچ کیا جاوے۔ انگلستان تو میں لوگ شریف ہیں۔ اور اس لئے جہان عدالت نے فیصلہ دیا۔ فوراً اپنے فرائض کو سمجھ لیتے ہیں یہ انگلینڈ کا ہی حوصلہ ہے۔ کہ لبرل پارٹی کی تمام کثرت رائے اپنے برخلاف دیکھکر لارڈ روزبری فوراً لیڈر شپ سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ لیکن ہندوستان میں ٹھیک اسکے برخلاف ۶ مان نہ مان میں تیرا مہمان۔ کا مسئلہ عملاً جاری ہے۔ اور ایسی حالت کی موجودگی پر جو نیک نیت آدمی سوسائٹیوں کے بکھیڑوں سے علیحدہ ہوکر پرماتما کا بھجن کرتے ہوئے اپنے ہم جنسوں کی سیوا کرنا چاہیں۔ ان کو بزدل اور کمزور کہا جاتا ہے۔ اس ملک میں ابھی شخصی ترقی کی بڑی بھاری ضرورت ہے۔ میری رائے تو یہ ہے۔ کہ جب تک کم از کم ایک کروڑ آدمی محض اپنی شخصی ترقی میں لگ کر اپنے آپ کو آدرش نہ بنالیویں۔ تب تک اس جگہ سوسائٹی کی ترقی کا نام نہیں لینا چاہیئے۔ لیکن جو بیل کولہوں میں جوت لئے گئے ہیں۔ وہ کیا کریں۔ انکے لئے تو ہے نہ جائے ماندن نہ جائے رفتن کا معاملہ ہے

اس شراب میں خاص مسیحی اثر ہوگا

عیسائیوں کے رومن کیتھولک خاص شہر کا نام چارٹریوز ہے۔ وہان کے پادری ایک طرف تو مسیح کا ورد کرتے ہوئے مالا جپتے اور دوسری طرف شراب کی نہایت اعلیٰ کشید کرتے۔ نامہ نگار اخبار ڈیلی نیوز پیرس سے لکھتا ہے۔ کہ یہ مٹھ اپنے پادریوں کی پاک زندگی کیلئے مشہور نہیں ہے بلکہ محض پادریوں کی کھینچی ہوئی شراب کی نفاست کے لئے مشہور ہے۔ لیکن اب چونکہ اعلیٰ برانڈی کی قیمت بڑھ گئی ہے۔ اس لئے اس مٹھ کے پادریوں نے بھی اپنی شراب کی طیاری کے لئے کم قیمت کی برانڈی خود بنانی شروع کر دی ہے ہندوستان کے لئے تو یہ خبر کچھ نئی نہیں۔ کیونکہ یہاں مذہبی مٹھوں کے ماتحت شراب کی دوکانیں اور گانجہ چرس۔ بھنگ وغیرہ کی صرف دوکانیں ہی نہیں کھلی رہتیں۔ بلکہ مٹھ میں استعمال کے لئے یہ سامان اکٹھا جمع رہتا ہے۔ لیکن آریہ سماجیوں کے لئے یہ خبر واقعی حیرت انگیز ثابت ہوگئی۔ لیکن آریہ سماجی لوگ بھول جاتے ہیں۔ کہ جب مسیح کے لہو کی جگہ شراب پینے کی اجازت عیسائیوں کے مذہب دیتا ہے۔ تو پادریوں کا مے فروشی سے روزی پیدا کرنا کچھ بھی تعجب انگیز نہیں ہے۔

انتہائے دنیا و وجود قیامت پر عقلی و نقلی دلائل

دیکھو سلسلہ کیلئے الحکم مورخہ ۲۴ر اگست ۱۹۰۴ء

خداوند کریم قیامت و حشر و نشر کے بارے میں بہت سی آیات پیش کرتا ہے۔ جن کے معنے بجز آخروی زندگی۔ قیامت کے تاویلاً بھی اور کچھ نہیں ہو سکتے۔ مثلاً وہ مقام قابل غور ہے جہان خداتعالے جملہ بنی نوع آدم کی پیدائش کا احوال بترتیب بیان کرکے اسکے بعد فرماتا ہے ثُمَّ إِنَّكُمْ بَعْدَ ذَٰلِكَ لَمَيِّتُونَ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُونَ۔ پس یہ وہی قیامت ہے جو رب العالمین فی جملہ مخلوق بنی آدم اولیں و الآخرین کے لئے ایک خاص وقت مقرر کر رکھا ہے جس میں سب کو جمع اٹھینگے۔ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ۔ آخروی زندگی اچھی اور دیرپا ہے سچ ہے اس دنیا میں کچھ پائداری نہیں۔ مشاہدہ بھی یہی سبق دیتا ہے۔ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَدُّ وَأَبْقَىٰ آخرت میں عذاب ہوگا۔ تو بھی دیرپا اور ثواب ملے گا۔ تو وہ بھی پائدار ہوگا۔ سینکڑوں انسان یہاں باوجود استحقاق عذاب و ثواب یوں ہی گذر جاتے ہیں۔ کیونکہ اس کا پورا پورا حساب قیامت کو ہوگا۔ خداوند تعالے دنیا کی زندگی کو ناقص و ناتمام فرماتا ہے۔ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ۔ اس کے بدلے مصفی اور پاک زندگی ضرور چاہیئے۔ پس وہ آخرت میں ہی ملیگی إِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ۔ زندگی تو آخرت میں ہی ہے گی۔ یہان تو موت ہی موت ہے صلحا و اہل اللہ کو جو یہان حیات طیبہ ملتی ہے وہ اس آخروی زندگی کا ابتدا ہوتا ہے۔ یہ بات داخل فطرت انسانی ہے۔ اور قدرتاً ہر ایک دانشمند و احمق و عالم و جاہل و مہذب و غیر مہذب چاہتا ہے۔ اور ہر ملک و ملت کے لوگ ہر زمانہ میں یہ آرزو رکھتے اور چاہتے ہیں۔ کہ ان کو اولاد سے یا دیگر اشیاء یادآور سے پس از مردن یاد کیا جاوے۔ اور جملہ صلحا و انبیاء کی یہی خواہش رہی کہ اولاد سے۔ خیر جاری سے یا کسی دوسرے نیک پیرایہ سے دنیا میں اپنی یادگار چھوڑ جاویں۔ جو ان کے لئے باعث یادگار ہو۔ اس خواہش میں بقائے روح ہی کا خیال مضمر ہے۔ کیونکہ اگر آدمی مرنے سے محض معدوم ہو جاتا۔ تو دنیا میں یادگار رہنے سے اسکو کیا فائدہ تھا۔

سوال۔ بعض انسان بقائے روح کو مستبعد سمجھتے ہیں۔ جواب۔ ہم کہتے ہیں۔ خداتعالیٰ جملہ ارواح کو کلمات اللہ فرماتا ہے۔ پس جبکہ انسان ضعیف البنیان فونوگراف جیسے آلات میں اپنے کلمات و الفاظ کو دراز مدتوں تک محفوظ رکھ سکتا ہے۔ تو خداوند تعالے خالق ارواح و اشباح کے آگے اپنے کلمات یعنے ارواح کا محفوظ رکھنا کون سی مشکل بات ہے۔ اگر بنظر غور دیکھا جاوے تو اس عالم کا وجود ایک انسان کی طرح دیکھوگے جس کا ہر ایک جز بمنزلہ اعضائے انسان کے ہے جیسا کہ انسان بوڑھا ہو جاتا ہے۔ تو اسکے اعضائے شنوائی و بینائی وغیرہ میں ضعف و کمزوری آجاتی ہے۔ اور بالآخرۃ مرجاتا ہے۔ ایسا ہی اس عالم کا ہے۔ ایک دن ضرور اس پر مرض الشیب کا غلبہ ہوکر اس کا خاتمہ ہوگا۔ اب ہم کتاب نورالدین سے اثبات قیامت من القرآن کے دلائل نقل کرتے ہیں۔ جو حضرت مولانا نورالدین صاحب نے لکھتے ہیں (اسسٹنٹ ایڈیٹر الحکم)

قیامت کے ثبوت میں یہ ایک نرالہ مضمون ہے اور اس طرز کو مینے کہیں اور جگہ دیکھا نہیں۔ مگر میرے ایک نہایت پیارے دوست جو بسبب مدرس ہونے کے ریاضی دان تھے۔ انہوں نے مجھے محبت اور حسن ظن کے باعث ایک بار فرمایا۔ کہ قرآن کریم میں قیامت کے ثبوت صرف امکان قیامت کو ثابت کرتے ہیں۔ مثلاً کھیتوں سے تشبیہ۔ سونے اور جاگنے کی تشبیہ سے قیامت اور حشر احیاء کو بعد الموت ثابت کیا گیا ہے۔ مینے عرض کیا نہ مولنا آپ ریاضی دان ہیں۔ اس لئے میں ایک ریاضی کا مسئلہ عرض کرتا ہوں۔ جو مثبت تو قیامت ہے۔

اربعہ متناسبہ کا قاعدہ رول آف تھری آپکے یہاں اور عقلا کے سامنے مسلم اور صحیح ہے کہ نہیں۔ فرمایا کہ صحیح ہے۔ مینے عرض کیا۔ کہ نیازمند یہی طریق ثبوت قیامت کا قرآن کریم سے۔ حضور کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اور بطور مثال چند آیات سناتا ہوں۔ سورہ بقرہ پہلے پارہ میں آیا ہے أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَٰلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝